20/32

اسلامی اقدار کا نقیب

ترجمان اسلام

لاہور

نگرانِ اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

۱۲ اگست ۱۹۷۷ء



جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس

کی کارروائی اور فیصلے آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

آہ! پیر جی عبد اللطیف رح

حق کا عنوان جلی تھے پیر جی عبد اللطیفؒ
اس زمانے کے ولی تھے پیر جی عبد اللطیفؒ

ان کے دل میں علم و عرفان و عمل کا نور تھا
دین حق کی روشنی تھے پیر جی عبد اللطیفؒ

فقر کی دولت سے مالا مال تھا ان کا ضمیر
دوستو! دل کے غنی تھے پیر جی عبد اللطیفؒ

برملا اظہارِ حق کرتے رہے وہ عمر بھر!
اک مجاہد آدمی تھے پیر جی عبد اللطیفؒ

اپنا گرویدہ بنایا ہم کو جن کے خلق نے
سچ کہا اے دل! وہی تھے پیر جی عبد اللطیف

گو، ہزاروں کے دلوں پر تھی حکومت آپ کی
خود سراپا عاجزی تھے پیر جی عبد اللطیفؒ

اے خدا سلمان کی تجھ سے دعا ہے صبح و شام
جنت الفردوس میں تو انکو دے اعلیٰ مقام

سید سلمان گیلانی شیخوپورہ

ادارایہ :



جلد نمبر شمارہ نمبر ۲۰

جمعۃ المبارک ۲۵ شعبان المعظم ۱۲ اگست ۱۹۷۷ء

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۴۵ ــــــ روپے
ششماہی
۲۳ ــــــ روپے
سہ ماہی ــــ ۱۱/۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

.... جنوں میں کیا کیا کچھ

پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو آج کل جس قسم کی گل افشانی گفتار کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ وہ سیاسی حلقوں سے پوشیدہ نہیں۔ ان دنوں جناب بھٹو کی ہر بات. سنیے اور سر دھنیے کا مصداق ہے کھلم کھلا مارشل لا کے خلاف کچھ کہنے کا بل بوتا تو ان میں نہ پہلے کبھی تھا اور نہ اب ہے یہاں دبی زبان میں مارشل لا احکامات کے خلاف کچھ نہ کچھ آئے دن کہتے رہتے ہیں. ساتھ ہی اپنا یہ قول بھی دہراتے رہتے ہیں کہ میں نے جنرل ضیاء الحق صاحب سے وعدہ کیا ہے کہ میں مارشل لا کے خلاف فی الحال کچھ نہیں کہوں گا۔

جناب بھٹو نے دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں سندھیوں کو یہ کہہ کر گالی دی کہ "جو سندھی انہیں ووٹ نہیں دے گا وہ سندھی کی اولاد نہیں ہے" انہوں نے یہ بھی برملا کہا کہ۔ قاید اعظم اور لیاقت علی خان براہِ راست منتخب ہو کر اقتدار تک پہونچے تھے؟ جب کہ میں دو مرتبہ عوام کی نمایندگی کے ذریعہ اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان رہ چکا ہوں۔ بھٹو صاحب کا یہ بیان ان کی پارٹی کے آرگن روزنامہ مساوات میں بھی چھپا، لیکن افسوس کہ اخلاقی جرارت سے عاری اور قالین کا شیر بھٹو مسلسل اپنے قول کی تردید نہیں تکذیب کر رہا ہے۔

مسٹر بھٹو انتخابات کے اکھاڑے میں کودنے کے لیے جس طرح تیار ہوتے ہیں وہ بھی کوئی ایسا سربستہ راز نہیں۔ انہوں نے اپنی پیرانہ سالی کا عذر کیا۔ اپنے اعصاب میں پہلی سی توانائی نہ ہونے کا تذکرہ فرمایا اس کے علاوہ بیرسٹر بھٹو نے آئینی اور قانونی موشگافیاں بھی کیں۔ الغرض انھوں نے ہر وہ ہتھکنڈہ انتخابات سے فرار اختیار کرنے کے لیے آزمایا، جو وہ اپنی مشہور و معروف زیرکی و ذہانت کے بل پر آزما سکتے تھے۔ مگر افسوس کہ ان کی پارٹی کے بچے کھچے افراد کے ایک دھڑے نے انہیں فرار کی راہ اختیار نہ کرنے دی۔ اور اس طرح سے انہوں نے بادل نخواستہ انتخابات کی دلدل میں دھنس جانے کا اعلان کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے صاف لفظوں میں یہ بھی کہہ دیا کہ اگر صورت حال خراب کر دی گئی تو انتخابات کا بائیکاٹ بھی کیا جا سکتا ہے اور یہی ہے مسٹر بھٹو کا اصل منشا۔ اب وہ اس مقصد و منشا کی تکمیل کے لیے رات دن سرگرم عمل ہیں. کبھی مارشل لا حکام پر جانبداری کا الزام لگاتے ہیں، کبھی الیکشن کمیشن میں کیڑے نکالتے ہیں، جبکہ الیکشن کمیشن اور مارشل لا حکام کی جانب سے بار بار اس امر کا اعادہ کیا جاتا رہا ہے کہ مثبت تجاویز پہ غور کیا جائے گا، مگر بھٹو ہیں کہ منفی سوچ اور منفی راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں اور یہ ساری تگ و دو انتخابات سے جان بچانے کی ہے۔

ع   خوئے بد را بہانہ ہائے بسیار

ملتان کے وائٹ ہاؤس میں بھٹو نے جو کچھ "ارشاد فرمایا" اس پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ × کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ : "میرا نام احترام سے لیا جائے، میں سیاست دان ہوں" دوسری طرف اسی لمحے شستہ گوئی کا اظہار ہوتا ہے : چوہدری اصغر خان آلو ہے، مفتی صاحب کو ادمفتی! کہہ کر پکارا جاتا ہے چوہدری ظہور الٰہی کو ظہوری کہا جاتا ہے۔ یہ ہیں مسٹر بھٹو کے وہ دانت جو کھانے کے وقت اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے لیے اور۔ اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے

اسی دوران میں چیئرمین پیپلز پارٹی نے یہ گوہر افشانی بھی کی ہے کہ ایوب خان اور اس کے خاندان نے ملک کو لوٹا، کارخانے بنائے، جمہوریت کو قتل کیا۔ اعلان تاشقند کیا۔ مگر حزبِ اختلاف نے ان کے بیٹوں کو گلے سے لگا رکھا ہے۔!

اب ان سے کون پوچھے کہ جناب والا! ایوب خان نے جو کچھ کیا اس میں تو آپ بھی شریک تھے۔ آٹھ سال تک ایوب خان کے ساتھ اقتدار میں آپ رہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں اقتدار سے اس والہانہ وابستگی کے دوران آپ نے ایک لفظ بھی جمہوریت کے حق میں اور ملک کو لوٹنے کے خلاف کہا ہو۔ اس کے برعکس جناب نے تو ایوب خان کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہر ضلع کے ڈی سی اور ہر تحصیل کے اے سی کو برسرِ اقتدار پارٹی کا جنرل سیکرٹری بنا دیا جائے۔ اور جناب خود بھی حکمران پارٹی کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ ہے جناب کی جمہوریت نوازی اور ملک سے خیر خواہی واضح مثال۔

جناب کہتے ہیں کہ ایوب خان کے بیٹوں کو گلے لگا رکھا ہے تو آپ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور بتائیں کہ کیا آپ نے پیپلز پارٹی جو شروع میں غریب عوام کی اکثریت کو ساتھ لے کر چلی تھی کیا بعد میں عملاً ایوبی دور کی کنونشن لیگ بن کر نہیں رہ گئی تھی اور کیا کنونشن لیگ کے وہ تمام مہرے پیپلز پارٹی میں شامل نہیں ہو گئے تھے اور اب بھی ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ایوب خان کے ساتھ ملک کو لوٹنے اور اور جمہوریت کو قتل کرنے میں برابر کے شریک تھے؟ تمہیں ایوب خان کا ملک کو لوٹنا تو یاد آتا ہے جس میں تمہارا ہاتھ بھی ہے، مگر ملک کا توڑنا یاد نہیں آتا۔ کیا آپ دیانت داری سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے ملک کو توڑ کر پاکستانی عوام کو نئے پاکستان کا تحفہ نہیں بخشا۔؟

رہی اعلان تاشقند کی بات۔ تو جنابِ من! اب یہ گڑے مردے اکھاڑنے سے بات نہیں بنے گی۔ ۱۹۷۰ء میں قوم کو اس اعلانِ تاشقند اور رازِ تاشقند کا شور مچا کر بے وقوف بنایا جا سکتا تھا۔ اب ۱۹۷۷ء ہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے دوران تم نے ہر جگہ پر یہ کہہ کر حلیہ رکھا کہ تاشقند کے رازہائے دروں سے پردہ اٹھایا جائیگا لیکن ایسا کوئی راز ہے تو وہ آج بھی راز ہی ہے۔ سیاسی حلقے تو اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ یہ دعویٰ محض دعویٰ ہے جو کبھی شرمندۂ معنیٰ نہیں ہو گا اس قسم کے انتخابی سٹنٹ اب نہیں چلیں گے۔

ع: وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا

جب بھٹو ایک مرتبہ پھر غریبوں کے غم میں گھلنے شروع ہو گئے ہیں اور وہ اٹھتے بیٹھتے ہائے غریب اور وائے غریب کے دلدوز نعرے لگا رہے ہیں انہیں یہ کون بتائے کہ جناب اب غریب بھی خاصے سیانے ہو گئے ہیں۔ اب یہ بھی غریب غریب کی مالا جپنے سے مطمئن نہیں ہوں گے، کیونکہ انہیں جناب کے چھ سالہ دورِ اقتدار کا عملی تجربہ ہو چکا ہے۔ آپ نے جن جن غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو گورنری، وزارت ہائے علیہ اور وفاقی وصوبائی وزارتوں کے مناصب پر فائز کیا تھا۔ وہ انہیں کب بھولتے ہیں۔ سب سے بڑا غریب تو پنجاب کا معذور وزیر اعلیٰ تھا اور پھر گورنر کی غربت کا تو کہنا ہی کیا۔ سندھ کا مسکین گورنر بھی اپنی غربت ومفلسی کے اعتبار سے خاصا مشہور ومعروف تھا۔

بلوچستان کے گورنر کے تو کہنے ہی کیا ہیں۔ وہ غریب اکبر بگٹی ہوں یا قلات کے محلہ غریب آباد کے جھگی نشین احمد یار خان۔ سرحد میں بھی آپ نے چن چن کر غریب تلاش کئے اور جہاں کہیں آپ کو کسی کی امارت، کا شبہ ہوا۔ جناب نے یک بینی و دو گوش اسے ایوانِ اقتدار سے نکال باہر کیا۔ اسی قسم کا غریب پروری اور غریب نوازی کا عملی مظاہرہ آپ نے وفاقی وصوبائی وزارتوں میں کیا۔ پھر بھلا آپ کو غریبوں سے محبت کیوں نہ ہو۔ اور غریب آپ کو کیوں نہ روئیں۔ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ انتخابات میں غریب عوام بھٹو صاحب کو ان کی "غریب پروری" کا ضرور صلہ دیں گے اور ایسا صلہ دیں گے کہ مسٹر بھٹو اور ان کے یمین ویسار ششدر ودنگ رہ جائیں گے۔

محمد یعقوب علی پور ضلع مظفر گڑھ

شہیدِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا ممتاز احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

علی پور ضلع مظفر گڑھ کی تاریخ میں طبقۂ علماء میں مولانا ممتاز احمد صاحب وہ واحد شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اسلامی نظام کی خاطر اپنی جان کی قربانی پیش کی اس سے پہلے نہ تو کبھی ایسی تحریک چلی اور نہ ہی علی پور شہر کو ایسا اعزاز نصیب ہوا۔ بلکہ قومی اتحاد پاکستان نے ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے بعد انتخابی دھاندلی کے خلاف اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے جو تحریک چلائی پورے پاکستان میں مولانا ممتاز احمد شہید وہ واحد عالم دین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا وہ بلند مقام نصیب فرمایا جو اور کسی کسی کو کیا نصیب ہوگا۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

مولانا ممتاز احمد شہید تقریباً ڈیڑھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک قومی اتحاد علی پور کی تحریک کے جلوس کی قیادت فرماتے رہے تقریباً ۲۰۰ آدمیوں نے مولانا کی ترغیب سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔

جب ۱۶ مئی ۱۹۷۷ء کو بوقت شام ۴ بج کر ۵ منٹ پر بعد نماز عصر مدنی مسجد سے مولانا جلوس کی قیادت فرماتے ہوئے پیپلز پارٹی کے دفتر کے قریب پہنچتے ہیں تو پیپلز پارٹی کے چند غنڈوں نے جو گھات لگائے بیٹھے تھے فائرنگ شروع کر دی حالانکہ جلوس بالکل پر امن اور اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتا جا رہا تھا ایک گولی رخسار اور ایک گردن پہ لگتی ہے اس پر مولانا فوراً بیٹھ جاتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر موقع پہ ہی جام شہادت نوش فرماتے ہیں۔ نو اور ساتھی گولیوں سے زخمی ہوتے ہیں۔ (۱) ملک اللہ بخش ایڈووکیٹ صدر قومی اتحاد علی پور (جماعت اسلامی) (۲) حافظ سلطان محمود (۳) ابوذر (۴) طالب حسین (۵) غلام سرور (۶) عبدالرشید (۷) حافظ بشیر احمد (۸) محمد اسلم (۹) محمد یوسف، اور دو نوجوان محمد خالد صاحب عبدالعزیز صاحب بھی موقعے پر ہی شہید ہو جاتے گویا بیک وقت تین مجاہد شہید ہو گئے۔ ملک اللہ بخش کے علاوہ سب کا تعلق جمعیت علماء سے ہے جب کہ طالب حسین بطور مہمان علی پور آئے ہوئے تھے۔

مولانا ممتاز احمد شہید اپنے والدین کے ہمراہ قصبہ جلالانہ ضلع کرنال سے پاکستان بننے کے بعد ہجرت کر کے بستی جلیل جو کہ ملتان سے ۱۲ میل مشرق میں واقع ہے آباد ہوئے اس وقت مولانا کی عمر ۱۶ یا ۱۷ سال کی تھی مولانا کے والد صاحب کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ غربت تھی مولانا کے ماموں مولانا کو قصبہ کنجھر میں جو ضلع مظفر گڑھ میں واقع ہے۔ (خانگڑھ سے ۱۱ میل شمال مغرب میں) لے آئے مولانا نے ابتدائی کتابیں حضرت مولانا غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں بعد میں مدرسہ خیر المدارس ملتان سے فارغ التحصیل ہوئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہ، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ، حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب مدظلہ، اور دیگر اساتذہ کو مولانا شہید اپنی خداداد قابلیت اور شرافت کی وجہ سے بہت ہی عزیز تھے۔ حضرت مولانا محمد شریف کشمیری صاحب کے حسب الارشاد مولانا شہید نے سرگودھا کمالیہ اور قصور میں تعلیم و تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے۔ آخر مولانا مشتاق احمد صاحب علی پوری نے کشمیری صاحب کی معرفت مولانا شہید کو علی پور بلا لیا مولانا نے ۱۲ سال تک فیض العلوم علی پور میں بطور صدر مدرس کام کیا اور شہر کی خطابت کی ذمہ داری بھی مولانا شہید کے سپرد ہوئی۔ مولانا قابل مدرس۔ بلند پایہ خطیب اور مناظر تھے۔ جنہوں نے تقریر سنی وہ مولانا کے بے حد گرویدہ ہو گئے۔

دینی تحریکوں میں حصہ

۱۹۷۴ء میں مولانا شہید نے تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر کام کیا اور قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ آخر کار حکومت نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دیا مولانا جمعیت علماء اسلام علی پور کے صدر رہے اور جماعت نے آپ کو ضلع مظفر گڑھ کا سرپرست بھی مقرر کر رکھا تھا۔ جہاں کہیں بھی جلسہ یا میٹنگ ہوتی جمعیت علماء اسلام کے رہنما کی حیثیت سے بڑے ذوق و شوق سے شامل ہوتے آخر میں مولانا قومی اتحاد علی پور کے ذمہ دار رہنما مقرر ہوئے اور تا دمِ شہادت اس تحریک میں مولانا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

عربی مدارس کی سرپرستی

کنجھر کے تین عربی مدارس کی سرپرستی مولانا شہید فرماتے تھے اور ایک عربی مدرسہ بستی جلیل کے بھی سرپرست تھے۔ ایک عربی مدرسہ باقر شاہ جو کہ علی پور کے نواح میں ہے

اس کی سرپرستی بھی مولانا کے ذمہ تھی گویا ایک وقت میں پانچ عربی مدارس کی سرپرستی فرماتے اور چھٹے مدرسہ یعنی فیض العلوم میں خود صدر مدارس کی حیثیت سے کام کیا ۳۶، ۳۷ سال کی عمر میں مولانا نے اتنی ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں اور سیاسی ذمہ داری اس کے علاوہ تھی۔ بس یہ مولانا ہی کا حصّہ تھا۔ ان صفات کا حامل نوجوان عالم جس نے تھوڑی سی عمر میں اتنے دینی اور سیاسی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اس کی مثال ضلع مظفر گڑھ میں تو ملنی مشکل ہے۔

سادگی

مولانا شہید مہت موٹے کورے لٹھے کے ڈھیلے ڈھالے کپڑے استعمال فرماتے پاؤں میں چمڑے کی سادہ جوتی ایک رومال سر پر اور ایک کندھے پر استعمال فرماتے سادہ کھانا کھاتے تھے دوسری جگہوں سے بڑی تنخواہ کی پیش کشیں ہوتیں مگر مولانا جواب دے دیتے علی پور سے باہر جانا پسند نہ فرمایا۔

خوش اخلاقی

جب کسی سے ملتے چہرے پر مسکراہٹ آ جاتی بات خوب سمجھا کر کرتے۔ علی پور کی دوسری دینی اور سیاسی جماعتیں مولانا کی قابلیت۔ ذہانت شرافت اور شجاعت کی بے حد مداح ہیں۔

بیعت

حضرت مولانا مفتی عبداللہ مدظلہٗ جو ملتان کی وساطت سے خورشید احمدؒ حضرت پیر رحمۃ اللہ جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم تھے ان سے بیعت فرمائی تھی۔ مولانا شہید سلوک کی منازل طے فرما رہے تھے کہ شہادت ۔۔۔۔۔ نصیب ہوئی۔

شہادت کے بعد

۱۴ مئی ۱۹۷۷ء کو جب مولانا نے جام شہادت نوش فرمایا تمام علی پور شہر اور علاقہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ کیا مرد کیا عورتیں محراب و ممبر غرضیکہ در و دیوار تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رو رہے ہیں۔ ۱۷ مئی دس بجے صبح مولانا کے ماموں نے خود مولانا کو غسل دیا کفن دینے کے بعد جنازہ مدنی مسجد میں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مدظلہ نے پڑھایا جنازے میں ہر مکتب فکر کے لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت فرمائی۔ شاید ہی علی پور میں اپنے آدمی کسی کے جنازے میں شریک ہوئے ہوں۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ اتنے آدمی کسی کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے مولانا کے ماموں کے اصرار پر مولانا کو دفن کرنے کے لیے ونگیں میں قصبہ کنجر لے جایا گیا جب مولانا کو لے جانے لگے مرد اور عورتیں دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ ہر کسی کی زبان پر یہ تھا کہ علی پور میں ایسا عالم آیا اور نہ آئے گا۔ اس دن شام کے وقت کنجھر میں دوبارہ نماز جنازہ مولانا محمد عمر صاحب مظفر گڑھ والوں نے پڑھائی۔ کافی تعداد میں وہاں بھی لوگوں نے شرکت کی۔ سنہری مسجد کے بغلی قبرستان میں مولانا کی قبر کھودی گئی۔ جب لوگ قبر میں اتار رہے تھے مولانا کے چہرے پر مسکراہٹ واضح طور پر نمایاں تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ مولانا سے راضی ہیں۔ تقریباً ۲۴ گھنٹے کے بعد سخت گرمی کے موسم میں مولانا شہید کو قبر میں اتارا گیا اس وقت بھی ان کا چہرہ اور تمام بدن تر و تازہ تھا۔ چہرے پر مسکراہٹ اور نورانیت لحظہ بلحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ سجدے کی جگہ پر گولی کا نشان یوں معلوم ہوتا تھا گویا کسی نے ماتھے پر سرمے کا نشان لگا دیا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ مولانا نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور ابھی بولنے والے ہیں۔

کچھ دن پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ جلوس میں غلط نعرے نہ لگائیں اور جلوس اسی راستے پر جانا چاہیئے جہاں پر ہم لے جائیں۔ اگر جان دینے کا وقت آیا تو انشاء اللہ میری جان حاضر ہوگی اور تقریر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اپنے گھروں سے دور نکل کر اس تحریک میں حصّہ لیتے ہوئے شہید ہو رہے ہیں انہیں تین طرح کی شہادت اللہ تعالیٰ نصیب فرما رہے۔ ایک بے وطنی کی شہادت دوسرے مظلومیت کی شہادت تیسرے اسلام کے راستے پر جان دینے کی شہادت خود مولانا کو تین درجوں کی یہ شہادت عظیم نصیب ہوئی۔ شہادت والے دن جلوس سے قبل کسی شخص نے مولانا سے کہا کہ آج بڑا خطرہ ہے۔ مولانا نے فوراً فرمایا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے نماز عصر کے بعد جلوس کی قیادت مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہنستے ہنستے ہی جان دی اور شہادت کے بعد بھی مولانا شہید کے چہرے پر مسکراہٹ تھی

مولانا شہید نے بچپن سے تا دم شہادت اپنی تمام عمر علم دین پڑھنے پڑھانے "نظام مصطفیٰ" کو پاکستان میں نافذ کرانے دینی اور مذہبی تحریکوں میں حصہ لیتے ہوئے گذار دی اور اپنے پیچھے کوئی مکان و جائیداد بنا کر نہیں چھوڑ گئے مولانا نے پانچ بچے وہ بھی کم سن جن کی عمر ۱۱ سے لے کر ایک ماہ تک ہے جن میں دو لڑکیاں اور تین لڑکے ہیں اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ مولانا کے بچے مولانا کے ماموں جان کے سسر بھی ہیں کے پاس قیام پذیر ہیں وہ قصبہ کنجھر میں رہائش رکھتے ہیں۔ ان کم سن بچوں اور بیوہ کی حفاظت اور پرورش اللہ تعالیٰ ہی فرمانے والے ہیں۔ مولانا شہید کو جس مسجد کے احاطے میں دفن کیا گیا ہے اس مسجد کا نام مولانا ممتاز شہید مسجد رکھا گیا ہے۔ اور محلہ کا نام بھی مولانا کے نام پر رکھا گیا ہے مولانا کا بڑا لڑکا حذیفہ جس کی عمر ۴½ سال ہے باقر شاہ میں علی پور کے قریب قاری شبیر صاحب کے پاس زیر تعلیم ہے کیونکہ نے خود اپنی زندگی میں اس بچے کو وہاں پر داخل کروا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مولانا شہید کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرما دیں۔ مولانا کے بچوں کو اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور صدیقین شہدا اور صالحین کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائیں اور بغیر حساب بلا عذاب کے جنت میں داخل فرمائیں آمین

خواجہ شرف الاسلام

نامزد امیدوار قومی اتحاد برائے سندھ اسمبلی حلقہ نمبر ۲۴ سے ملاقات و تعارف

محمد سعید صابر

الیکشن کے دوران اور پھر نتائج پر کی گئی بدعنوانیوں کے خلاف ملک کے ہر طبقہ نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر احتجاج کیا۔ بلکہ موت کو سر پر سوار دیکھتے ہوئے۔ اپنی حیات سے کھیلا۔ اور پوری قوم یکایک سر بکف شاہراہوں پر نکل آئی اور سراپا تحریک بن گئی۔

اندازاً ایک ہزار افراد کو جام شہادت نصیب ہوا۔ سہاگنوں کے سہاگ چھن گئے اور سہاگ کی چوڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر آہ و زاری کرنے لگیں۔ بوڑھی ضعیفہ ماں اپنے جگر گوشہ کے لاشے سے لپٹ کر رونے لگی۔ معصوم بہنیں گھر کے واحد کفیل بھیا کی دائمی جدائی پہ تڑپ ہی تو اٹھے خمیدہ کمر ضعیف العمر بابا اپنی زندگی کا سہارا چھن جانے سے آنکھوں کی بینائی کے ساتھ اپنی کمر کو غم و اندوہ کے بوجھ سے مزید خمیدہ کر کے آہیں بھرنے لگا۔

اور ظلم کی انتہا تو یہ کہ آج بھی سینکڑوں نامعلوم افراد کے اہل خانہ ان کی جستجو میں دیوانہ وار دربدر ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ لیکن کوئی بھی سرکاری محکمہ ان کی آہ و زاری پر توجہ دینے کی ضرورت کا احساس کرتا ہے۔ اور نہ ہی ان لاپتہ افراد کی گمشدگی کی ذمہ داریاں قبول کرنے کو تیار ہے آج کوئی نہیں جو ان پریشان حال انسانوں کی آہ و فغاں پر کان دھرے قوم کا کوئی گھرانہ ایسا نہ رہا۔ جو لاٹھی گولی سے سسک سسک نہ اٹھا ہو۔ ہر طرف چیخ و پکار، آہ و بکا اور ہائے وائے کا عالم گزرا۔ اور ہوس اقتدار کے بھوکوں نے پورے ملک کو بدترین بحران اور ابتلا اور مصائب سے دوچار کر دیا۔ کیا بچے کیا بڑے، کیا مرد، عورتیں بوڑھے، جوان، مزدور، طلبہ اور کسان سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ملازمین، پی آئی اے کا پورا اسٹاف تجار، صحافی، وکلاء اور...... حتیٰ کہ تیسری دنیا کی قیادت کا خواب دیکھنے والے ستم شعار بھٹو کے خلاف تیسری جنس ،، بھی میدان کارزار میں صف بستہ ہو کر اس کے خوابوں کو چکنا چور کر گئی۔ لائق صد آفرین و خوش قسمت ہے۔ وہ سعادت مند، جس نے ظلم و بربریت کی اس چنگیزیت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پسینہ کی جگہ خون کا عطیہ دیا۔ اور ظالم کو للکار کر داغ ہائے دِیش کو اپنے سینہ پہ سجانے کو فخر جانا۔ اور جرأت و شجاعت کے تمغے سمجھا۔

تمام تر احتیاطی تدابیر کم سے کم تر نظر آنے لگیں جیلیں بھر چکیں تھانوں میں جگہ نہ رہی ہسپتالوں کا یہ عالم۔ کہ لوگ باہر فٹ پاتھوں پر پڑے رہے اور زخموں سے چور تڑپتے رہے جونیک بخت کچھ نہ کر سکے۔ وہ بھی کچھ کئے بنا نہ رہ سکے۔ انہوں نے تحریک کے دوران گرفتار زخمی یا شہید ہو جانے والوں کے زیر کفالت افراد کے تعاون کے لیے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے۔ اپنا گھر بار اور سرمایہ وقف کر دیا۔ اناج، روپیہ پیسہ اور دیگر اشیا خیرات راہ خدا میں لگانا شروع کر دیا۔ اور خوب جی بھر کر دونوں ہاتھوں تقسیم کر کے راحت و مسرت کے احساس کے ساتھ تحریک میں شامل رہے قوم کے اسی اتحاد اور اولالعزمی و ثابت قدمی نے نصرت خداوندی کو دعوت دی اور پھر وہ روز سعید بھی آ چکا جب مضبوط کرسی کی محبت میں مجنوں بن کر بہ گوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے والے ہٹلر کے پیروکار بھٹو کی کرسی اس کے نیچے سے کھسک گئی۔ اور انشاء اللہ وہ دن بھی عنقریب آ ہی جائے گا۔ جب نازیوں کا یہ ٹولہ اپنے سردار کے ہمراہ اپنے پیش روؤں کے انجام بد سے دوچار ہو کر تاریکیوں کے عمیق گڑھے میں گر جائے گا

تحریک کے دوران قانون دان طبقہ نے جو زریں کارنامے انجام دیئے۔ وہ ناقابل فراموش اور تاریخی کے حامل ہیں۔ اور اسی کے پیش نظر ہم نے جمعیت علماء اسلام کے ممتاز رہنما اور تحریک کے دوران گرفتار ہونے والے کارکنوں کا قانونی دفاع کرنے والی لیگل ایڈ کمیٹی کے چیئرمین خواجہ شرف اسلام ایڈووکیٹ کو تکلیف دی اور چند سوالات مرتب کر کے ان کے سامنے پیش کر دیئے موصوف نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود مجھے محروم نہ کیا۔ اور بار روم سے اپنے دفتر تشریف لا کر، مہمانوں کی خاطر تواضع کتب کی ورق گردانی اور دیگر دماغ سوزیوں کے باوجود میرے تمام سوالوں کے جوابات نہائت خندہ پیشانی اور تفصیل سے دیئے۔

تعارف

خواجہ شرف الاسلام ضلع غازی پور یو پی کے ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ ہیں آپ کے خاندان کے اکثر بزرگان کرام دارالعلوم دیوبند سے فیض یافتہ ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ عبدالسلام آج بھی خواجہ شرف الاسلام ایڈووکیٹ کے عم مکرم مدنی مسجد اور ملحقہ دارالعلوم کے مہتمم و متولی ہیں۔

خواجہ شرف الاسلام ایڈووکیٹ کے والد ماجد سرکاری ملازم تھے۔ اور انگریزوں کے دور میں الہ آباد میں ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے اور پھر الہ آباد ہائی کورٹ میں وکالت کرتے رہے۔ آپ نے بھی دارالعلوم دیوبند سے علم دین حاصل کیا اور خطابت و تبلیغ کا مشغلہ جاری رکھا خواجہ شرف الاسلام ایڈووکیٹ نے ابتدائی تعلیم الہ آباد میں حاصل کی۔ پھر کراچی اور سندھ یونیورسٹی

سے بی۔ اے اور ایل ایل بی کیا۔ انہوں نے سندھی زبان کو مادری زبان کی حیثیت سے پڑھا اور ۱۹۵۱ء میں سندھ یونیورسٹی سے اول پوزیشن حاصل کی اس وقت سندھ ہائی کورٹ کے پریکٹیشنر اور کراچی بار کے ممتاز وکیل ہیں۔

سیاسی اور سماجی خدمات

خواجہ صاحب ۱۹۵۴ء سے میدان سیاست میں ہیں۔ اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مختلف عہدوں پر رہ کر ملک کی خدمت میں مصروف تھے ۱۹۵۵ء میں سندھ مہاجر بورڈ کے جوائنٹ سکریٹری بنے آل پاکستان مسلم لیگ کے کونسلر رہے۔ کراچی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن منتخب ہوئے پھر مسلم لیگ کراچی کے مضافاتی وارڈ نمبر ۳۸ کے جنرل سکریٹری بنے

۱۹۵۸ء میں جب مارشل لاء کے تحت تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی لگ گئی۔ تو اس دور میں مسلم لیگ کے دو دھڑے بن گئے۔ ایک خواجہ ناظم الدین کی کونسل مسلم لیگ۔ اور دوسری ایوب خان کی کنونشن لیگ۔ خواجہ ناظم الدین نے ڈھاکہ میں مسلم لیگ کا اجلاس بلا کر پورے ملک کے لیے تنظیمی کمیٹیاں نامزد کیں۔ کراچی کے لیے جسٹس طاہر الحسن لاری مرحوم کی زیر صدارت کمیٹی نامزد کی تو خواجہ ناظم الدین مرحوم نے خود ہی خواجہ شرف الاسلام کا نام پیش کیا جنہوں نے تنظیمی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

• چونکہ کونسل مسلم لیگ کا تعلق حزب اختلاف سے تھا۔ اس لیے شرف الاسلام صاحب متعدد بار گرفتار ہوئے۔ اور پھر ۱۹۶۲ء میں مسلم لیگ کے نامزد امیدوار کی حیثیت سے بی ڈی الیکشن میں حصہ لیا۔ اور پوری کراچی میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے۔ اور ڈھائی سال تک کراچی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کے سربراہ اور بی ڈی چیئرمین رہے۔

خواجہ ناظم الدین کے انتقال کے بعد مسلم لیگ آپس کی دھڑے بندیوں کا شکار ہوگئی۔ تو سردار شوکت حیات سیکرٹری اور دولتانہ چیئرمین بنے۔ باہمی چپقلش اور ذاتی اقتدار کی کشمکش نیز نظریاتی جدوجہد کے فقدان کے سبب مسلم لیگ کو خیرباد کہا۔ آپ نے اپنے علاقہ ملیر میں ایک عظیم الشان جامع مسجد کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔ اور آپ کی جہد مسلسل سے مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ جو حنفیہ مسجد ملیر کے نام سے معروف ہے۔ اور جس مدرسہ میں اس وقت ۵۵ بچے حفظ ناظرہ قرأت و تجوید کی تعلیم کے قابل اساتذہ سے حاصل کر رہے ہیں۔ نیز ایک فنڈ بھی قائم کیا۔ جس سے نادار و غریب لوگوں اور بیوہ خواتین کو وظیفہ بھی دیا جا رہا ہے۔ آپ اس مسجد کے خازن اور جنرل سیکرٹری رہ چکے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت

خواجہ شرف الاسلام ۱۹۶۹ء میں جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہوئے۔ تاکہ اسلام اور پاکستان کی خدمت صحیح معنوں میں اور علماء حق کی قیادت و رہنمائی میں کام کرتے رہیں۔ ۱۹۷۰ء میں کراچی سے مولانا اسفند یار صاحب نے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا۔ تو شرف الاسلام ایڈووکیٹ نے ان کا ہر طرح سے تعاون کیا اور اب بھی جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ نے حلقہ نمبر ۲۴ کراچی کے لیے آپ کو نامزد کر کے ٹکٹ دیا۔ تو آپ نے انتخابی مہم کے تمام تر اخراجات ذاتی طور پر برداشت کیے۔

خواجہ صاحب سے سوال اور ان کا جواب

سوال ۱: کیا آپ جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت سے مطمئن ہیں؟

جواب: چونکہ ہند و پاک کے تمام اکابرین و اسلاف امت کا تعلق اس جماعت سے رہا نیز مسلک کا تقاضا۔ حضرت درخواستی مدظلہم کی روحانی اور علمی تبحر اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی سیاسی بصیرت عظیم تر قربانیاں اور پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام قائم کرنے کی مسلسل مساعی جمیلہ کی بنا پر میں نے جمعیۃ علماء اسلام کی رکنیت اختیار کی۔ بزرگان دین اور علماء ربانی کے حکم کی اطاعت، بحیثیت ایک مقتدی کے میں اپنا فرض جانتا ہوں۔ اور میرا ضمیر نہ صرف مطمئن بلکہ بے انتہا مطمئن اور مسرور ہے۔

سوال نمبر ۲: حال ہی میں وکلاء کی ایک بھاری تعداد جمعیۃ علماء اسلام میں داخل ہوئی۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ آخر قانون دانوں اور دانشوروں کے لیے جمعیۃ میں کون سی ایسی کشش پیدا ہوگئی ہے؟

جواب: وجوہات تو وہی ہیں۔ جو میں نے اپنی شمولیت سے متعلق بتلا دی ہیں۔ تاہم ان حضرات سے میں نے رابطہ قائم کیا۔ اور دعوت دی یا جمعیۃ کا تعارف کرایا۔ مجھے خوشی ہے کہ میری کوشش سے دانشوروں کا ایک اچھا گروہ جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر آ کر علماء حقانی کی قیادت اور ان کے تجربہ سے فیض یاب ہوا۔ نیز مزید کوشش جاری ہے۔ اور عنقریب مزید وکلاء صحافی اور دیگر اہل علم حضرات جمعیۃ میں شمولیت اختیار کر کے اپنی عاقبت سنواریں گے۔

سوال: کیا آپ جمعیۃ علماء اسلام کی موجودہ کارگزاری سے مطمئن ہیں۔ اور اگر آپ کی رائے میں کوئی اہم تجاویز جو جمعیت کے لیے مفید ہوں؟

جواب: میرے خیال میں باقاعدگی سے ممبر سازی ہو۔ اور بجائے تین سال کے ضلعی سطح تک کے انتخاب ہر سال ہوا کریں۔ صوبائی اور مرکزی حسب سابق تین سال بعد ہوں۔ ذیلی تنظیمیں زیادہ سے زیادہ قائم کر کے ہفتہ وار تبلیغی پروگرام، درس قرآن، درس حدیث تربیتی پروگرام اور چھوٹے جلسے ہوا کریں تاکہ عوام سے رابطہ رہے۔ اور نظم بھی قائم رہے عوام سے رابطے کے لیے ذیلی دفاتر قائم کر کے دینی حلقوں سے خصوصاً تعلق رکھا جائے۔ اور نادار و غرباء کی امداد کے لیے الگ فنڈ قائم کر کے مرکز کی زیر نگرانی ان کی اعانت پر صرف کیا جائے اگر مجھے موقع اور اجازت ہوئی یا اس کام کے لیے کوئی کمیٹی قائم کی گئی تو میں اس سے بھرپور تعاون کروں گا۔

سوال: جمعیۃ علماء اسلام کے منشور (اسلامی نظام حیات) کے مدنظر آپ بحیثیت ایک پیشہ ور وکیل کے اپنے کاروباری مستقبل سے متعلق متفکر تو نہیں؟

جواب: قطعاً نہیں۔ بلکہ میں بہت مطمئن ہوں

سوال: گذشتہ الیکشن اور آپ کا حلقہ انتخاب نیز وہ خامیاں جنہیں دور کرنا اور آئندہ ان سے

گریز کرتا ہے؟

جواب: میں حلقہ انتخاب سے مطمئن ہوں

۷ مارچ کو انتخابی بدعنوانیوں اور غیر قانونی حرکات کے بعد جب پوری قوم نے بھٹو اور اس کے حواریوں کے انتخاب کو غلط قرار دے کر احتجاجی جلسوں جلوسوں اور مظاہروں کا متفقہ سلسلہ شروع کیا۔ اور برسراقتدار پارٹی نے اپنی غیر آئینی حکومت کے استحکام کے لیے جبر و تشدد سے کام لے کر شہداء چوک اور شہداء کی یادگار دلا کی تعمیر کروانے کا آغاز کیا۔ تو خواجہ شرف الاسلام بھی میدان میں آگئے۔ اور ایک جلوس کی قیادت کی۔ اور پھر کراچی جمعیتہ نے آپ کو جمعیتہ علماء اسلام کی لیگل ایڈ کمیٹی کا چیئرمین نامزد کر کے قومی اتحاد کے کارکنوں کے مقدمات آپ کے سپرد کر دیئے چنانچہ گھمبیر پیچیدہ اور پرانے مقدمات کی پیروی کر کے آپ نے اپنی ذمہ داری کو بطریقہ احسن نبھایا۔ امیر جمعیتہ علماء اسلام کراچی سرحتی حضرت مولانا علامہ صمدانی کی ضمانت واقعتاً ایک مشکل امر تھا جن کے خلاف ایٹیلینس کی ۱۷ سالہ پرانی اور نظر بندی کی سیاسی رپورٹیں ہائی کورٹ میں پیش کی گئی تھیں۔ لیکن چونکہ حقیقت کچھ نہ تھی۔ اور حکومت محض تنگ کرنے یا مولانا صمدانی کے ضعف کو دیکھ کر میدان سیاست سے ہراساں کر کے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اور مولانا صمدانی کا بڑھاپا بھی نوجوانوں کا عزم بن گیا۔ جیل اور دیگر تمام تکالیف پر خندہ پیشانی سے صبر کیا۔ اور خواجہ شرف الاسلام صاحب نے ان کے اس مشکل ترین مقدمے کی پیروی کر کے ضمانت کرائی تو بابا صمدانی مدظلہم رہا ہو گئے اور آپ کے دوسرے ساتھی ایک ماہ بعد رہا ہوئے اسی طرح دوسرے بیسیوں مقدمات بھی آپ نے لڑے اور ان کے اخراجات بھی جیب سے برداشت کیے کراچی بار کے متعدد نامور وکلاء شہر کے مزدور رہنما اور طالب علم آپ کی کوششوں سے جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوئے۔

جن میں جناب رفیع اللہ ایڈووکیٹ ممبر ایگزیکٹو مجلس عاملہ کراچی بار ایسوسی ایشن

جناب مکرم مرزا ایڈووکیٹ سندھ ہائی کورٹ

جناب مختار احمد صاحب

جناب نثار احمد صدیقی صاحب

اور رہا ہوں۔ کہ جمعیت سے دیرینہ تعلق رکھنے والے امیدوار نامزد ہوں۔ باہمی اعتماد اور اخوت کی فضا قائم کی جائے اور حصول مقصد کو اپنا مطمع نظر رکھیں۔ کیونکہ جمعیت کا امتیازی نصب العین اسلام کی ترقی اسلام کی سربلندی اور اس کا نفاذ ہے جس میں جمعیت کا ہر چھوٹا بڑا رکن مخلص تر ہے۔

انتخابی امور میں ناتجربہ کاری کی وجہ سے کچھ نقصان ضرور ہوا۔ لیکن باہمی اعتماد کم ہے ایک دوسرے کے تجربات سے مستفید ہونا مناسب نہیں جانا گیا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ باہمی اعتبار اور مخلصانہ اخوت کی فضا قائم کی جائے ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کیا جائے اور بلا عار مشورے کیے جائیں۔ انفرادی ذہن جمعیت کے شدید نقصان کا باعث ہے۔ جس کی بنا پر جمعیتہ کا کراچی میں فعال ہونا بہت دشوار ہے

جو لوگ محض ذاتی مفاد یا عہدے اور انتخابی ٹکٹ کے لیے جمعیت میں شامل ہوں۔ درحقیقت ٹکٹ یا عہدہ کا لالچ ہی مضرت رساں ہے ضروری امر تو یہ ہے۔ کہ جمعیتہ علماء اسلام میں شامل پرانے رفقاء ہی کو عہدہ کے لیے نامزد کیا جائے جن کی قربانیاں دیکھنے والوں سے یقیناً زیادہ ہیں اور اس طرح پرانے وابستگان ہی کو موقع دے کر انتخاب میں امیدوار نامزد کیا جائے تو جمعیتہ علماء اسلام میں از خود ہی اعتماد و خلوص کی فضا قائم ہو جائے گی۔

جناب محی الدین صاحب

جناب عبداللہ ہاشمی

جناب عمران احمد

دیگر بہت سے وکلاء طلبہ اور مزدور رہنماؤں نے جمعیتہ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی نیز کراچی میں خواجہ صاحب کی برادری کے کثیر التعداد لوگ بھی جمعیتہ علماء اسلام سے وابستہ ہیں۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے پوتے مولانا محمد سلیم مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

مکہ مکرمہ ۔۔ رابطہ عالم اسلامی کے جریدہ ہفت روزہ اخبار العالم الاسلامی کی ایک خبر کے مطابق مجاہد کبیر مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے پوتے اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے مہتمم مولانا محمد سلیم ۲ شعبان ۱۳۹۶ھ کو مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا مرحوم نے ساری زندگی اپنے جد محترم حضرت مولانا رحمت اللہ ہندی کیرانوی کے مقدس مشن کی تکمیل اور دین حق کی اشاعت و تعلیم میں گزاری۔

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم نے ایک بیان میں مولانا محمد سلیم کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی ملی و دینی خدمات پر شاندار خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

آپ نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔

مولانا زاہد الراشدی نے ضلع مانسہرہ کا دورہ کیا

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا زاہد الراشدی نے گذشتہ دنوں مانسہرہ میں جمعیۃ علماء اسلام ہزارہ ڈویژن کے دفتر کا معائنہ کیا اور اس موقع پر دفتر میں موجود جماعتی احباب سے تنظیمی امور پر بات چیت کی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور خان عبدالستار محمد بھی اس وقت موجود تھے

اس سے قبل مولانا زاہد الراشدی نے ٹبل، سنگل کوٹ، لمی، ھنیڑہ، اچھڑیاں اور ریفہ میں جماعتی راہنماؤں اور کارکنوں سے تنظیمی امور پر بات چیت کی اور علاقہ میں جمعیۃ کی تنظیمی صورت حال کا جائزہ لیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان خان کے بہنوئی انتقال کر گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر امیر جمعیۃ علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے بہنوئی جناب سید محمد عبداللہ شاہ شیرازی گذشتہ دنوں اپنے آبائی گاؤں لمی علاقہ کونش ضلع مانسہرہ میں انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم انتہائی نیک سادہ اور متدین بزرگ تھے ادارہ ترجمان اسلام مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہے اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان اور مرحوم کے اہل خاندان کے غم میں برابر کا شریک ہے

انتخابی پروگرام کی جھلکیاں

۱۔ کاغذات نامزدگی کی وصولی ۷ اگست سے ۱۸ اگست تک

۲۔ کاغذات کی جانچ پڑتال ۲۰ اگست

۳۔ کاغذات کے استرداد یا منظوری کے خلاف اپیل ۔۔۔۔۔ ۲۴ اگست

۴۔ اپیلوں کا فیصلہ ۳۰ اگست

۵۔ کاغذات واپس لینے کی تاریخ یکم ستمبر

۶۔ امیدواروں کی آخری فہرست کی اشاعت ۔۔۔ ۴ ستمبر

۷۔ انتخابی نشانات کی الاٹمنٹ کی آخری تاریخ ۔۔۔ ۷ ستمبر

پولنگ ۔۔۔۔ ۸ اکتوبر

سید عطاء الرحمن جعفری بی اے آنرز
سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ

اسمبلیوں کے امیدواروں کے لیے ہدایات۔

(از سید عطاء الرحمن جعفری بی اے آنرز سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ)

جمعیت علماء اسلام کے تمام امیدواروں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ الیکشن کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل ہدایات کے تمام امیدواروں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ الیکشن کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل ہدایات کا خاص خیال رکھیں

الف۔ اپنا نام ووٹروں کی فہرست میں دیکھ کر اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیں۔

ب۔ امیدواری کے فارم داخل کرنے سے پہلے اس بات کی تصدیق کر لیں کہ ان کے تجویز کنندہ اور تائید کنندہ کا نام اس حلقہ میں درج ہے جہاں سے وہ انتخاب لڑ رہے ہیں۔ اور فلاں ابن فلاں ساکن فلاں ووٹروں کی فہرست حلقہ فلاں میں فلاں نمبر پر درج ہے

ج۔ اگر آپ کسی اور حلقہ [illegible] ہیں۔ اور اپنے حلقہ سے انتخاب نہیں لڑ رہے ہیں تو آپ کے تجویز کنندہ اور تائید کنندہ کا نام بطور ووٹر اس حلقہ میں ضرور ہونا چاہیے جہاں سے آپ انتخاب لڑ رہے ہیں۔

د۔ تجویز کنندہ اور تائید کنندہ کو تحریراً قرار کرنا ہوگا کہ انہوں نے کسی اور امیدوار کی تائید نہیں کی۔

ر۔ گو حکومت نے پرچہ نامزدگی کا فارم نہایت آسان بنا دیا ہے۔ پھر بھی امیدواروں کو چاہیے کہ کسی وکیل صاحب یا قانونی مشیر کی خدمات حاصل کر لیں تاکہ جانچ پڑتال کے دن اگر کوئی اعتراض کرے تو وکیل صاحب دلائل سے اعتراض رد کر سکیں۔

زر ضمانت

قومی اسمبلی کے ہر امیدوار کو پرچہ نامزدگی کے ساتھ ایک ہزار روپیہ اور صوبائی اسمبلی کے ہر امیدوار کو پانسو روپیہ بطور زر ضمانت جمع کرانا ہوگا

"غیر اللہ کے انکار کی عملی جد وجہد کو میں جہاد کہتا ہوں"

جہادِ آزادی کا عظیم مجاہد

انیس احمد دینپوری

مولانا عبید اللہ سندھی برِصغیر کے ان علمائے حق میں سے تھے جنہوں نے اپنے وطن کو غیر ملکی سامراج کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے جد وجہد کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جلاوطن رہے اور راہ میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ مولانا مرحوم کے نام کے ساتھ "سندھی" کا لفظ پڑھ کر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شاید آپ "سندھ" میں پیدا ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت و محبت اور سندھ کے علماء و مشائخ کے اخلاص اور ان سے گہرے تعلقات و مراسم کی بنا پر اپنے نام کے ساتھ یہ اضافہ پسند فرمایا تھا۔ ورنہ مولانا سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیانوالی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ ہے۔ جس گھرانے میں پیدا ہوئے وہ سکھوں کا ایک معزز گھرانا تھا۔ خود تحریر فرماتے ہیں "ہمارے خاندان کا پیشہ زرگری تھا لیکن عرصے سے ایک حصہ سرکاری ملازمت میں شامل ہوگیا اور بعض افراد ساہوکارہ بھی کرتے رہے۔ میں عموماً سلمان فارسیؓ کے اتباع میں اپنا نام عبید اللہ بن اسلام لکھا کرتا ہوں مگر بعض عرب دوستوں کے اصرار سے جب اپنا نام والد کی طرف منسوب کر کے لکھنا پڑا تو عبید اللہ بن ابی عائشہ لکھا۔ میری بڑی ہمشیرہ کا نام "جیونی" تھا میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اگر کسی نے اس سے زیادہ تصریح کے لیے کہا تو عبید اللہ بن راما ولد جسپت رائے ولد گلاب رائے لکھوں گا۔

کہتے ہیں میرے دادا سکھ حکومت میں اپنے گاؤں کے کاردار تھے۔" (کابل میں سات سال" صفحہ ۹۳-۹۴)، آپ کے والد رام سنگھ آپ کی پیدائش سے چار ماہ قبل فوت ہو چکے تھے اس لیے آپ نے جام پور (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں اپنے ماموں کے ہاں پرورش پائی جو پٹواری تھے۔ اردو مڈل سکول جام پور میں زیر تعلیم تھے کہ ایک آریہ سماجی طالب علم کے پاس "تحفۃ الہند" نام کی کتاب دیکھی۔ اس کا مطالعہ کیا تو ان پر اسلام کی صداقت واضح ہوئی۔ تجسس بڑھا اور تلاش کرنے پر کوٹلہ مغلاں پرائمری سکول کے دو ہندو دوستوں سے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی "تقویۃ الایمان" اور مولانا مولوی محمد صاحب لکھوی کی مشہور کتاب "احوال الآخرۃ" ملی۔ یہ کتابیں آپ نے پوری توجہ سے پڑھیں اور اسی اثنا میں نماز پڑھنے کا طریقہ بھی سیکھ لیا۔

۱۸۸۷ میں آپ نے اسلام کے گوشۂ عافیت میں آنے کے لیے عزیز و اقارب کو چھوڑا اور گھر بار کو خیر باد کہا۔ ان کے ہمراہ کوٹلہ مغلاں کا ایک طالب علم عبد القادر تھا وہ دونوں عربی مدرسے کے ایک طالب علم کے ساتھ کوٹلہ رحیم شاہ ضلع مظفر گڑھ پہنچے جہاں انہوں نے "تحفۃ الہند" کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبید اللہ رکھنا پسند کیا۔ آپ عبد القادر کی معیت میں مختلف عربی مدارس میں قیام کرتے مگر اپنے عزیز و اقارب کے تعاقب اور زبردستی واپس لے جانے کے خوف سے کسی جگہ مستقل قیام کا حوصلہ نہ ہوا۔ اسی طرح پھرتے پھراتے سندھ کا رخ کیا اور ڈہرکی کے قریب درگاہ عالیہ بھرچونڈی شریف پہنچے بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین حافظ محمد صدیق صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے روحانی پیشوا تھے مولانا اپنے مرشد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہوگئی اسی طرح اس کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھ میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھرچونڈی والے) کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جنید [illegible] سید العارفین تھے۔ چند ماہ میں ان کی صحبت میں رہا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لیے طبیعت ثانیہ بن گئی۔ جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔ میں نے قادری راشدی طریقے میں حضرت سے بیعت کر لی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے بھی بہت کم مرعوب ہوتا ہوں۔

اس عرصے میں مولانا نے "درس نظامی" کی ابتدائی کتابیں پڑھ لی تھیں۔ بھرچونڈی سے ریاست بہاولپور چلے آئے مختلف مساجد و عربی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ دین پور شریف پہنچے اور حافظ محمد صدیق صاحب کے خلیفہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب سجادہ نشین دین پور شریف کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور حضرت خلیفہ صاحب کے داماد مولانا عبد القادر صاحب سے "ہدایۃ النحو" تک کتابیں پڑھیں۔ حضرت خلیفہ صاحب نے مولانا کی والدہ صاحبہ کو اطلاع بھجوائی تا کہ وہ اپنے فرزند کو مل لیں۔ وہ آئیں اور مولانا کو واپس

لے جانے کی بڑی کوشش کی لیکن مولانا ثابت قدم رہے۔ مولانا اپنی والدہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کی جلی کٹی، طعنے اور کوسنے بڑے تحمل و بردباری سے سنتے اور ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی تو وہ بھی برداشت کر لیتے بلکہ اپنی والدہ کے مذہبی جذبات کا پورا پورا لحاظ رکھتے فرماتے ہیں! "میری والدہ ایک دن رو رہی تھی کہ میری موت کے بعد گائے بخشنے والا بھی کوئی نہیں رہا میں نے اسے کہا تو خود برہمن کو گائے دیدے۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگی تو مجھے گائے لاکر دے سکتا ہے؟ میں اس کے لیے گائے خرید لایا اور وہ برہمن کو دے کر آئی تو خوش ہو گئی" (خطبات عبیداللہ سندھی صفحہ ۱۰۴)

دین پور شریف سے آپ دوبارہ کوٹلہ رحم شاہ پہنچے جہاں مولانا خدا بخش صاحب سے "کافیہ" پڑھی، پھر دیوبند چلے گئے۔ پانچ ماہ کے قیام کے دوران آپ نے مولانا حکیم محمد حسن سے "شرح جامی" اور دیگر اساتذہ سے "قطبی" تک منطق کے رسائل پڑھے اس کے بعد حکمت اور منطق کے علوم میں دسترس حاصل کرنے کے لیے دو ایک مہینے مدرسہ عالیہ رامپور کے مولوی ناظر الدین اور کانپور کے مولانا احمد حسن سے بھی اکتساب علم کیا۔ آپ نے اپنی تعلیم کے تکمیلی مراحل حافظ احمد صاحب، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے پاس طے کیے۔ اسی اثنا میں آپ نے اصولِ فقہ سے متعلق ایک مختصر کتابچہ بھی تحریر فرمایا جس کی حضرت شیخ الہند نے بڑی تعریف کی۔ دیوبند کے مدرسِ اوّل مولانا سید احمد دہلوی نے مولانا کے جوابات اور امتحان میں امتیازی نمبر حاصل کرنے پر فرمایا! "اگر اس کو کتابیں ملیں تو شاہ عبدالعزیز ثانی ہوگا مجھے یاد ہے کہ "سنن نسائی" اور "سنن ابن ماجہ" میں نے چار چار دن میں پڑھی تھیں اور "سراجی" دو گھنٹے میں ختم کر لی" (کابل میں سات سال) دیوبند سے واپس آنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ ان کے مرشد حافظ محمد صدیق صاحب وفات پا چکے ہیں چنانچہ آپ ضلع سکھر میں امروٹ شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا ابوالحسن تاج محمود امروٹی کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے اسلامیہ سکول سکھر کے مدرس محمد عظیم خان یوسف زئی کی صاحبزادی سے مولانا کا نکاح کر دیا اس موقعے پر ان کی والدہ کو بھی بلایا گیا اور وہ آخر دم تک ساتھ رہیں۔ مولانا مرحوم نے امروٹ شریف میں قیام کے دوران سات آٹھ سال تک اطمینان اور سکون کے ساتھ مطالعہ کیا۔ خاص طور پر گوٹھ پیر جھنڈا کے راشدی خاندان کے بے مثال کتب خانے سے آپ نے بہت فائدہ اٹھایا۔ ۱۸۹۷ء میں پھر دیوبند تشریف لے گئے اور آئندہ کے لیے تعلیمی و سیاسی مشاغل سے متعلق حضرت شیخ الہند سے ہدایات حاصل کیں۔ ۱۹۰۱ء میں گوٹھ پیر جھنڈا کے سجادہ نشین حضرت مولانا رشداللہ صاحب العلم الرابع نے مولانا کی تجویز پر مدرسہ دارالرشاد قائم کیا اور پریس بھی لگوا دیا مولانا مرحوم نے درس و تدریس کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی اور سندھی زبان کی نایاب کتابوں کے ایڈیشن شائع کرائے اور ایک ماہنامہ "ہدایت الاخوان" بھی جاری کیا۔ ۱۹۰۹ء میں مولانا محمود الحسن نے انہیں دیوبند طلب فرمایا اور دیوبند میں رہ کر کام کرنے کا حکم دیا چنانچہ جمعیت الانصار قائم کی گئی۔ مولانا چار سال تک اس کے لیے کام کرتے رہے مولانا محمد صادق سندھی، مولانا ابو محمد احمد لاہوری اور حضرت مولانا احمد علی بھی ان کے شریک کار رہے جمعیت الانصار وہی جماعت ہے جو بعد میں جمعیت العلماء ہند بن گئی۔ ۱۹۱۲ء میں شیخ الہند نے آپ کو دہلی جانے کا حکم دیا جہاں حضرت شیخ الہند حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک کی زیر سرپرستی نظارۃ المعارف کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت شیخ الہند نے مولانا سندھی مرحوم کو ڈاکٹر انصاری، ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی سے متعارف کرایا اور اس طرح مولانا صفِ اول کے ان عظیم مسلم رہنماؤں کے ساتھ مل کر تقریباً دو سال تک کام کرتے رہے ۱۹۱۴ء میں شیخ الہند نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مولانا سندھی کو کابل جانے کا حکم دیا۔ مولانا مرحوم کے سفر خرچ کے لیے رقم کی ضرورت ہوئی تو ابوالکلام آزاد نے حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون سے پانچ ہزار روپے کی رقم مولانا مرحوم کو دلوا دی۔ مولانا نے اپنی ہجرت کو خفیہ رکھنے کے لیے دہلی کو چھوڑا اور واپس سندھ چلے آئے۔ وہ کافی عرصہ تک سندھ اور بہاولپور کے مختلف مقامات پر مقیم رہے اور خفیہ پولیس کو دھوکے میں رکھنے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو مطالعے کے لیے وقف کر دیا۔ لیکن اپنے "پیر بھائیوں" کی مدد سے روانہ ہونے کا پروگرام بھی بناتے رہے۔ آپ اگست میں اپنے سفر پر روانہ ہونے کا پروگرام بھی بناتے رہے۔ آپ اگست میں اپنے سفر پر روانہ ہوئے اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ کو کابل پہنچے کابل پہنچنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ جس جماعت کے نمائندے کی حیثیت سے آئے ہیں اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل غیر منظم شکل میں موجود ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی لیکن اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہند کے انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا" (کابل میں سات سال) مولانا سات برس تک کابل میں مقیم رہے اور بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ انہوں نے کابل میں راجہ مہندر پرتاپ اور مولانا برکت اللہ وغیرہ جلا وطنوں کے ساتھ مل کر "حکومت موقتہ" تشکیل دی۔ اس میں جرمن اور ترک بھی شامل ہوئے حکومت موقتہ کی طرف سے حکومتِ روس سے بات چیت کرنے کے لیے وفد بھیجنے کا فیصلہ [illegible] نے میاں عبدالباری کی وساطت سے وفد کے جرمن اراکین سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا جو راجہ مہندر پرتاپ کو پسند نہیں تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ وفد کے اراکین اور خاص طور پر غیر ہندوستانی اراکین کسی دوسرے ہندوستانی سے ملیں اور بات چیت کریں چنانچہ انہوں نے مولانا کو حکومت میں شمولیت کی دعوت دی جو مولانا نے قبول کر لی مگر بقول مولانا غلام رسول مہر، مولانا بعض وجوہ سے اس کے ہمنوا نہ رہ سکے۔ راجہ مہندر پرتاپ صدر "حکومت موقتہ ہند" کے متعلق مولانا کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ کانگرس کی بجائے ہندو مہا سبھا کے کارندے ہیں اور انہوں نے خود حکومت موقتہ کی سکیم لالہ لاجپت رائے کو دے دی تھی۔ غالباً اسی سکیم کی بنا پر لالہ لاجپت رائے نے یہاں افغانوں کے حملے کا افسانہ تیار کیا تھا۔ حکومت موقتہ کی طرف سے روس، جاپان اور ترکی مشن بھیجے گئے۔ مولانا ان کی تجویز و ترتیب میں شریک رہے۔ (سرگزشت مجاہدین) مولانا تحریر فرماتے ہیں: "راجہ صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے مگر اپنی شخصی ڈکٹیٹر شپ کا خیال

ان کے دماغ پر غالب تھا، ہم نے بڑے داؤ پیچ سے انہیں راضی کیا کہ حکومت موقتہ" اپنا چارج اس جماعت کو دے دے گی جسے انڈین نیشنل کانگریس نے اسی کام کے لیے معین کیا تھا"۔ امیر امان اللہ خاں کو انگریزوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کا سہرا بھی مولانا ہی کے سر ہے۔ لکھتے ہیں: "امیر امان اللہ خان جب برسر اقتدار آئے تو انہوں نے ہی حکومت کا نمائندہ مان کر سرکاری معاملات صلح و حرب میں شریک کر لیا۔ جب جنگ کا فیصلہ ہونے لگا تو اس خاص مجلس میں مجھے بلا کر سرفراز فرمایا۔ دورانِ جنگ میں بعض اہم امور میرے حوالے کیے گئے جنگ کی کامیابی میں ہماری خدمات خاص طور پر تسلیم کی گئیں"۔ (نقوش آپ بیتی نمبر صفحہ ۴۲۶)، بعد میں برطانیہ اور افغانستان کے درمیان جو معاہدہ صلح ہوا اس کے متعلق برطانوی سفیر سر ہمفری ڈابس نے خان محمود طرزی کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ "یہ معاہدہ افغانوں اور انگریزوں کے درمیان نہیں ہوا بلکہ عبید اللہ اور انگریزوں کے درمیان ہوا ہے"۔ (انقلابی مولوی" صفحہ ۲۹)، یہی وجہ تھی کہ انگریز سفیر نے معاہدے پر اس وقت تک دستخط نہ کیے جب تک مولانا عبید اللہ سندھی نے افغانستان سے چلے جانے کا وعدہ نہیں کیا (انقلابی مولوی صفحہ ۲۹)۔ قیامِ کابل کے دوران آپ نے دہلی کے نظارۃ المعارف کی طرز پر ایک جماعت تشکیل دی جس کا نام "جنود اللہ" رکھا گیا۔ اس کے صدر میاں عبد الباری تھے اور اراکین میں شیخ ابراہیم، مولوی محمد علی قصوری، مولانا منصور انصاری، مولانا سیف الرحمن اور مولانا محمد بشیر لاہوری شامل تھے۔ "ہم لوگوں نے کام کرنے والوں کی ایک جماعت بنائی جسے جنود اللہ کہا جاتا ہے۔ اس میں اگر عسکریت تھی تو اسی قدر جتنی سالویشن آرمی میں موجود ہے۔ اس نظام سے ہم نوجوانوں کی باہمی رقابت کو دور کر سکے"۔ (نقوش "آپ بیتی نمبر صفحہ ۴۲۶)، مولانا غلام رسول مہر تحریر فرماتے ہیں: "افغانستان میں خدام خلق کی ایک جماعت بنائی جس کا نام "جنود اللہ" رکھا۔ امیر امان اللہ خاں کے عہد میں ایک ہندوستانی تعلیم گاہ قائم کرنے کی اجازت لی لیکن برطانوی سفیر نے زور دے کر یہ اجازت منسوخ کرا دی"۔ (سرگزشت مجاہدین" صفحہ ۵۵۰)، افغانستان سے رخصت ہونے کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں: "آخری سال جب ہم کابل سے رخصت ہوئے۔ امیر صاحب نے ہمیں افغانستان میں رہ کر حکومت موقتہ کا کام کرنے سے روک دیا کہ انٹرنیشنل سیاسیات کی پابندی ضروری ہے۔ ہم نے ایک شرط پر اسے منظور کر لیا۔ مگر ان کے تذبذب پر ہم نے افغانستان سے رخصت ہونے کا فیصلہ کر لیا"۔ (نقوش" آپ بیتی نمبر صفحہ ۴۲۶)، مولانا مرحوم کابل سے ماسکو پہنچے۔ انڈین نیشنل کانگریس کی بیرونی شاخ کے صدر کی حیثیت سے روس کی حکومت نے آپ کو سرکاری مہمان تسلیم کیا اور ہر قسم کی سہولتیں فراہم کیں۔ روس میں سات ماہ کے قیام کے دوران آپ نے اپنے بھتیجے مولوی عزیز احمد صاحب اور دیگر نوجوان رفقاء کی مدد سے اشتراکیت سے متعلق لٹریچر کا مطالعہ کیا اور اشتراکی جماعت کے سرکردہ رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ پنجاب کے بعض اخباروں نے مولانا کے قیام سے متعلق مبالغہ آمیز اور بے بنیاد رپورٹیں شائع کیں جن میں سے ایک میں لکھا گیا کہ جب مولانا ماسکو میں تھے۔ تو لینن کی بیوی ان کے وضو کے لیے پانی خود گرم کرتی تھی۔ مولانا نے ان باتوں کی تردید فرمائی۔

مولانا کے قول کے مطابق اشتراکیت کا عمیق اور گہرا مطالعہ کرنے کے بعد انہیں شاہ ولی اللہ کے فکر و نظر کی عظمت پختگی اور ان کے پروگرام کی اہمیت و افادیت کا زیادہ احساس ہوا۔ مولانا کے نزدیک شاہ ولی اللہ کے فلسفۂ معاشیات پر عمل درآمد سے اشتراکیت کے لادینی نظام کو شکست دی جا سکتی ہے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں، "میں یہ نہیں کہتا کہ اگر قرآن کو امام ولی اللہ کی حکمت کی روشنی میں پیش کیا جائے تو یورپ قرآن کو مان کر مسلمان ہو جائے گا لیکن میں شاہ ولی اللہ کے طریق پر قرآن سمجھ کر پیش کر چکا ہوں وہاں (یورپ) کے عقلمند لوگ کہتے ہیں کہ یہ ترجمانی نہایت معقول ہے۔ اگرچہ تم مذہبی آدمی ہو مگر ہم تمہاری بات سن سکتے ہیں۔ اگر تم کہتے کہ تمہاری سوسائٹی اسے مانتی ہے اور اس پر کام کرتی ہے تو ہم بھی اسے مان لیتے"۔ (امالی صفحہ ۲۸۱۹)، اس سلسلے میں مولانا محمد علی قصوری اپنی کتاب "مشاہدات کابل و یاغستان" کے صفحہ ۱۳۷ پر تحریر فرماتے ہیں: "ایک بات اور نہایت ہی عجیب ان سے معلوم ہوئی لیکن بعد میں باوجود تحقیقات کے اس کی تصدیق نہ ہو سکی۔ صرف حضرت مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم نے جلا وطنی سے واپسی پر مجھ سے لاہور میں اس واقعے کی تائید کی۔ اس لیے میں اسے بھی سپرد قلم کرنا نامناسب نہیں خیال کرتا۔ روس کے انقلاب کے دوران میں لینن کو یقین ہو گیا کہ بنی نوعِ انسان کو خدا کے خیال سے چھڑانا محالات سے ہے، اس لیے اگر ایسا مذہب اختیار کر لیا جائے جو کمیونسٹ اصولوں کے ساتھ چل سکے تو کمیونسٹ انقلاب سرعت سے تمام دنیا میں پھیل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ہمیں مذہب اسلام اختیار کر لینا چاہیئے۔ اس خیال کو انہوں نے اپنی پارٹی کے خفیہ اجلاس میں پیش کیا۔ پارٹی میں سخت ہنگامہ بپا ہو گیا لینن نے کہا اس طرح ہنگاموں سے کام نہیں بنے گا۔ تم بھی غور کرو، اور میں بھی سوچ بچار کرتا ہوں اگلے سال اس مسئلے پر پھر بحث کریں گے چنانچہ پارٹی کا جلسہ برخاست ہو گیا اور لینن نے تحقیقات شروع کر دی۔ لینن کے اس ارادے کی خبر اسلام کے ازلی دشمنوں یعنی انگریزوں کو بھی ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ایک فتویٰ اس مضمون کا لکھوایا کہ روسی بولشویک خدا اور رسول کے دشمن ہیں اور بولشوزم ہر مذہب کو مٹانے کے درپے ہے، اس لیے اس کے خلاف ہتھیار اٹھانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس فتوے پر مصر، حجاز، شام، ایران، ہندوستان کے جلیل القدر علماء کے دستخط تھے وہ فتویٰ کئی زبانوں میں چھاپ کر بطور اشتہار روس میں تقسیم کیا گیا۔ اس کی اطلاع جب لینن کو ملی تو وہ مذہب اسلام کی طرف سے مایوس ہو گیا کہ اس مذہب کے علماء بھی رجعت پسندی میں عیسائی علماء سے کسی طرح کم نہیں اور اس نے مذہبِ اسلام اختیار کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ مولانا سندھی فرماتے تھے کہ میں نے سٹالن سے ملاقات کے دوران میں اسلام کی خوبیاں بیان کیں تو وہ کہنے لگے کہ مولانا! جو کچھ آپ کہتے ہیں ممکن ہے صحیح ہو اور میں آپ کی تکذیب نہیں کرتا لیکن کیا آپ ایک اسلامی ملک بھی ایسا بتلا سکتے ہیں جہاں پر اسلامی قانون کی حکومت ہو یا اسے

خلافِ راشدہ کا مثلثی اقرار دیا جا سکے؟ مولانا فرمانے لگے کہ میں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

مولانا لینن سے نہیں ملے تھے۔ انہوں نے خود تحریر فرمایا ہے "یہ غلط ہے کہ میں لینن سے ملا۔ کامریڈ لینن اس وقت ایسا بیمار تھا کہ اپنے قریبی دوستوں کو بھی نہ پہچان سکتا تھا۔" "کابل میں سات سال" صفحہ ۱۰۱، مختصر یہ کہ مولانا مرحوم سات ماہ تک ماسکو میں رہنے کے بعد ترکی چلے گئے۔ سفیر ترکی متعینہ ماسکو اور روس کی وزارتِ خارجہ نے مل کر راستہ متعین کر دیا۔ برطانوی خفیہ پولیس اور جاسوسوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور مولانا انقرہ پہنچ گئے۔ مولانا تین سال تک ترکی میں مقیم رہے اور اس عرصے میں "تحریک اتحاد اسلامی" اور کمال اتاترک مرحوم کی انقلابی تحریک کا مطالعہ کیا۔ مولانا نے حکومت کی اجازت حاصل کر کے ہندوستان میں کام کرنے کے لیے پروگرام مرتب کیا اور اسے انگریزی اور اردو میں شائع کر دیا۔ استنبول میں لالہ لاجپت رائے اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری مولانا سے ملے اور اس پروگرام کے متعلق بقول مولانا کے "اچھی طرح باتیں ہوئیں۔" مولانا لکھتے ہیں: "ہمارے بزرگ نہ اسے مان سکتے ہیں نہ اس کا جلد بدل تبدیل سکتے ہیں۔ وہ کوشش کریں گے کہ ہمیں ہزار دو ہزار برس پیچھے زمانے میں لا کھڑا کریں۔" "کابل میں سات سال" صفحہ ۱۰۸، اس پروگرام کی اہم شق یہ تھی کہ ہندوستان کے ہر حصے کو جس میں ایک زبان بولی جاتی ہے اور تہذیب و تمدن کی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ایک ریاست قرار دے کر ایسی تمام "ریاستوں" کی فیڈریشن قائم کی جائے۔ ۱۹۲۶ء میں حج کے موقعے پر مکہ معظمہ میں موتمر خلافت منعقد ہوئی۔ مولانا نے کوشش کی کہ وہ اپنے احباب سے اس موقعے پر ملیں مگر وہ موتمر کے ختم ہو جانے کے بعد وہاں پہنچے۔ مولانا اٹلی کے راستے مکہ گئے۔ اٹلی میں ان کی ملاقات پنڈت نہرو سے ہوئی۔ نہرو نے اس ملاقات کے متعلق لکھا: ہندوستانی جلاوطنوں میں ایک شخص مولوی عبید اللہ بھی تھے جن سے میں تھوڑی دیر کے لیے اٹلی میں ملا تھا۔ وہ مجھے بہت تیز آدمی معلوم ہوئے۔ انہوں نے ریاست ہائے متحدہ ہند یا ہندوستان کی متحدہ جمہوریت کی ایک سکیم تیار کی تھی جس میں فرقہ وارانہ مسائل کو بڑی قابلیت سے حل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔" (انقلابی مولوی صفحہ ۱۲)۔ مکہ معظمہ پہنچنے پر مولانا نے حکومتِ حجاز کو یقین دلایا کہ وہ کسی قسم کا پروپیگنڈا نہیں کریں گے۔ چنانچہ حکومت مطمئن ہو گئی اور مولانا اطمینان سے مطالعہ کرنے میں مصروف رہے۔ وہ خود تحریر فرماتے ہیں: "تقریباً ۱۲۔۱۳ سال سے قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ کا بہ نظر عمیق مطالعہ کرتا رہا۔ تفسیر قرآن عظیم میں جس قدر مشکل مقامات تھے ۱۹ سال میں نے انہیں امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر بااطمینان حل کر سکا۔" "کابل میں سات سال" صفحہ ۱۱۰، ۱۹۳۶ء سے کانگریس نے مولانا کی واپسی کے لیے کوشش شروع کی۔ مولانا کی واپسی کے لیے جن لوگوں نے خاص طور پر پہل کی اور دلچسپی لی ان میں غلام رسول مہر عبد اللہ ہارون کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خود مولانا مرحوم نے صوبہ بنگال کے علماء کو کلکتے میں ۳ جون ۱۹۳۹ء کو خطاب کرتے ہوئے ان حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا مارچ ۱۹۳۹ء میں پچیس سال کی جلاوطنی کے بعد وطن واپس پہنچے۔ پروفیسر محمد سرور "خطبات مولانا عبید اللہ سندھی" کے ابتدائیہ میں تحریر فرماتے ہیں: "کراچی اترتے ہی آپ نے اپنے افکار و خیالات کی اشاعت شروع کر دی۔ موصوف فرداً فرداً ایک ایک سے ملے، لوگوں کے دروازوں پر دستکیں دیں، عام مجمعوں میں تقریریں کیں، نوجوان طلبہ کو خواہ وہ انگریزی کالجوں کے ہوتے یا عربی مدارس کے، پکڑ پکڑ کر ملاتے اور انہیں اپنی بات سمجھاتے اور جو کبھی ہم مشرب رہ چکے تھے اور اب ہمت ہار بیٹھے تھے، انہیں آپ جھنجھوڑتے ڈانٹتے اور سخت سست تک کہتے۔ مولانا نے مضمون لکھے، اہم مسائل پر کتابیں لکھائیں اور جو نیاز مندانہ استفادہ کرنے حاضر ہوتے انہیں پڑھاتے۔ اپنی یادداشتیں سناتے اور رات دن ایک کر کے ہفتوں اور مہینوں اپنے خیالات لکھواتے رہتے۔ مولانا کی جد و جہد محض زبان و قلم تک محدود نہ رہی، بے سروسامانی میں آپ نے ہندوستان کا کونہ کونہ چھان مارا۔ کھانے کو نہ ملتا تو پھر بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ تہہ بیماریوں کے سخت حملے ہوتے لیکن ان کی ذرا بھی پروا نہ کرتے۔ اپنا کام پوری مستعدی سے کیے جاتے۔ اس دوران میں آپ نے کئی ایک ادارے قائم کیے، ایک سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھی متعدد درس گاہیں بنائیں اور شب و روز ان کاموں میں لگے رہے۔ لیکن آخر جسم کے قویٰ کب تک اس فوق العادت شوق و ہمت کا ساتھ دیتے۔ بڑھاپا اور پھر بیماریوں کا سخت نرغہ اور اس پر جسمانی مشقت اور دماغی کاوش اس قدر کہ کڑیل سے کڑیل جوان بھی اس کی تاب نہ لا سکتا۔ جون ۱۹۴۴ء کی گرمیاں تھیں اور مولانا سندھ کا دورہ فرما رہے تھے۔ کہ صحت نے بالکل جواب دے دیا جو رفیق ہمارے ساتھ تھے وہ بڑی مشکل سے کراچی چلنے پر راضی کر سکے۔ کراچی میں کچھ عرصہ علاج ہوا لیکن جب جسم کا پورا رس نکل چکا ہو تو دوا دارو سے کیا ہو سکتا تھا۔ کراچی سے آپ نے پیر گوٹھ جھنڈا چلنے کی خواہش کی اور آخر میں اپنی صاحبزادی اور نواسے کی درخواست پر دین پور ریاست بہاولپور آ گئے اور وہیں ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کو اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا۔ مولانا کا مزار دین پور شریف میں ہی ہے۔ ان کی صاحبزادی صاحبہ کا نکاح دین پور شریف کے پہلے سجادہ نشین حضرت قبلہ غلام محمد صاحب سے ہوا تھا۔ ابھی تک زندہ ہیں۔

نظریات

مولانا کے نزدیک دینی انقلاب کا سب سے بڑا سرچشمہ قرآن کریم ہے جو تمام الہامی کتابوں کی انقلابی تعلیمات کے اساسی اصولوں کا حافظ و جامع ہے۔ پروفیسر محمد سرور لکھتے ہیں کہ مولانا کی زندگی کے آخری دنوں میں وہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا مرحوم نے وصیت کے طور پر فرمایا: "قرآن کی محبت دل میں جاگزیں کرو، اسے اپنے فکر و عمل کی اساسی بنا قرار دو اور پھر زندگی کے مسائل کو سوچو سمجھو اور ان کو سلجھاؤ۔ ہوا یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے پہلے تو قرآن کی جلدیں باندھیں پھر اسے غلافوں میں لپیٹا، ہم ان غلافوں کو چاک کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان جلدوں کو پھاڑ دیں

باقی صفحہ ۱۷

بہ سلسلہ غلامیٔ ہند کی دلخراش کہانی

انگریزی یلغار کو روکنے کی جزوی کوششیں اور اُن کی ناکامی

الطاف الرحمٰن بنوی

قسط نمبر: ۴

اپنے ملک میں غیروں کی یہ چھینا جھپٹی دیکھ دیکھ کر ہندی باشندوں کو یقیناً اس کے مضمرات کا احساس ہوتا ہوگا اور وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ متحارب گروہوں کی اپنی ملکیت سے بہت دور ایک غیر مملوکہ سر زمین پر، باہمی رقابتوں اور ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کارروائیوں کی کیا غرض وغایت ہو سکتی ہے۔ مگر بایں ہمہ اقتدار کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہندوستان کے تشویشناک مستقبل کی حفاظت کے لیے دیسی حکمرانوں کے درمیان کوئی اشتراکِ عمل نہ ہو سکا۔ اور خطرے کی بجتی ہوئی گھنٹی کی سنی ہوئی آواز کو ان سنی کر دیا گیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تاریک اور افسوسناک پہلو یہ کہ باہمی رنجشوں اور آپس کی ناچاقیوں نے ان کو ایک دوسرے کے خلاف سامراج کی امداد پر کمربستہ کیا جس کی وجہ سے استعمار کا مقابلہ کرنے کی وہ جزوی اور علاقائی کوششیں بھی بارآور ثابت نہ ہو سکیں جو آزادی کی قدر و قیمت جاننے والے بعض روشن ضمیروں کی طرف سے وقتاً فوقتاً کی گئیں۔ علاوہ ازیں برصغیر کے اس دورِ تاریک کی تاریخ میں ایسے شرمناک واقعات کی بھی کوئی کمی نہیں جس میں انتہائی ذمہ دار افراد نے بالکل معمولی قسم کے ذاتی اغراض و مفادات کی خاطر ملک کو غلام بنانے کی ناپاک سازش میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

فرانسیسیوں کو مغلوب کرنے کے بعد اب صرف اور صرف چند مسلمان ریاستیں باقی تھیں جو انگریزی استحصال کی راہ میں حائل تھیں۔ ۱۷۵۶ء میں نواب سراج الدولہ مرشد آباد میں جو ان دنوں صوبہ بنگال کا صدر مقام تھا تخت نشین ہوا۔ اس وقت انگریز کلکتہ میں اپنے قلعے فورٹ ولیم کو مضبوط کر رہے تھے۔ نواب کو ان کی سرگرمیاں مشکوک نظر آئیں۔ اس نے انگریزوں کو قابلِ اعتراض حرکات سے باز آنے کی تلقین کی مگر وہ اس کی باتوں پر بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ نواب کو ان کی مغروریت پر طیش آیا اور ایک زوردار حملہ کر کے کلکتہ شہر کو اپنے قبضے میں لے لیا اس واقعہ کی خبر مدارس پہنچ گئی تو رابرٹ کلائیو جو اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کا افسرِ اعلیٰ تھا، بلا تاخیر اپنی فوج لے کر کلکتہ پر حملہ آور ہوا۔ اور جلد ہی نواب سراج الدولہ کے آدمیوں کو نکالنے کے بعد فورٹ ولیم پر قابض ہو گیا۔ نواب نے وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر انگریزوں سے صلح کر لی اور کمپنی کے تمام حقوق واپس لوٹا دئے

برطانوی توسیع پسندی دیسی ریاستوں کو ایک ایک کر کے ختم کرنے کی پالیسی پر گامزن تھی اور اپنی جارحیت کے لیے ادنیٰ وجہِ جواز پیدا کرنے کی تلاش میں لگی رہی۔ نواب کی یہ کارروائی نہ صرف کمپنی کی استعماری اور استحصالی طبیعت کی تیزی اور حدت کو کند کر رہی تھی۔ بلکہ برصغیر میں اس کے وجود تک کے لیے ایک عظیم چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ اب انگریز اپنی دادی اماں الزبتھ کی حکمتِ عملی کو بروئے کار لانے لگے۔ انھوں نے ریاست بنگال کی چند ذمہ دار اور نواب کی معتمد شخصیتوں کو خریدنے کی کوشش کی اور بالآخر کامیاب ہو گئے کلائیو تین ہزار سپاہ لے کر کلکتہ سے ستر میل کے فاصلے پر پلاسی کے میدان میں پہنچا۔ اپنوں اور بیگانوں کی خطرناک سازش سے بے خبر نواب پہلے ہی سے وہاں خیمہ زن تھا۔ ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو انگریزوں اور نواب کے درمیان پلاسی کی وہ مشہور جنگ ہوئی جس کا شمار برصغیر کی اہم ترین لڑائیوں میں ہوتا ہے۔

نواب سراج الدولہ اور اس کی جماعت نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر میر جعفر (بنگالی فوج کے سپہ سالار) اور اس کی زیرِ کمان فوج کی عین موقعہ پر علیحدگی ان کی شکست پر منتج ہوئی۔ میر جعفر کے بیٹے میرن نے نواب کو قتل کیا اور اس طرح سے بنگال اور سرسبز و شاداب علاقہ انگریزوں کی عملداری میں چلا گیا۔

اس جنگ کے نتیجے میں انگریزوں کو کیا کچھ ملا برک ایڈمز اپنی کتاب "قانونِ تہذیب و انحطاط" کے صفحہ ۲۶۳، ۲۶۴ پر لکھتا ہے۔

"(۱) جنگِ پلاسی کے بعد بنگال کا مالِ غنیمت لندن میں آنا شروع ہو گیا اور اس کا نتیجہ بھی بہت جلد رونما ہو گیا۔ اتنا بڑا صنعتی انقلاب جس کے اثرات آج دنیا کے گوشے گوشے میں نمایاں ہیں شاید وجود ہی میں نہ آتا اگر پلاسی کی لڑائی نہ ہوتی کیونکہ ہندوستان کا خزانہ اس کا محرک اور ممد و معاون ہوا۔"

(۲) جب ہندوستان کا خزانہ انگلستان پر اُمڈنا شروع ہوا اور سرمایہ میں اضافہ ہوا تو ایجادات کی تحریک میں بہت جلد ایک روح پیدا ہو گئی۔

(۳) جب سے دنیا وجود میں آئی ہے شاید روپے سے اتنا منافع حاصل نہیں ہوا جتنا ہندوستان کے مالِ غنیمت سے ہوا۔ پچاس برس تک انگلستان کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔

سر ولیم ڈگبی لکھتا ہے۔ پلاسی کی لڑائی سے پہلے جب تک ہندوستان کے خزانے ڈھل ڈھل کر انگلستان نہیں آتے تھے ہمارے ملک کا شمارہ

عروج پر نہیں تھا۔

بقول محمود بنگلوری، یہ حقیقت ہے کہ انگلستان کی صنعتی ترقی بنگال کی بے شمار مال و دولت اور کرناٹک کے خزانوں کی بدولت ہوئی۔

پلاسی کا معرکہ سر کرنے اور بنگال کی بے پناہ مال و دولت سمیٹنے کے بعد برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی ایک تجارتی ادارہ نہ رہی بلکہ اس نے ہندوستان کے حکمران گروہ کی صورت اختیار کر لی۔

۱۷۷۳ء میں کمپنی کے سربراہ نے کرنل چمپین کے زیر قیادت فوج کا ایک دستہ روہیلکھنڈ کی جانب روانہ کیا۔ روہیلکھنڈ اودھ کے شمال مغرب میں روہیلے افغانوں کا ایک زرخیز علاقہ تھا یہاں کے نیک سیرت اور خوددار سردار حافظ رحمت خان کا زور توڑنے کے لیے انگریزوں نے شجاع الدولہ نواب اودھ کی خدمات حاصل کر لیں۔ انگریزوں اور نواب کی مشترکہ فوجوں نے روہیلکھنڈ پر حملہ کیا۔ حافظ رحمت خان اور اس کے ساتھیوں نے اس جابرانہ حملے کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود اور نہایت ہی پامردی اور استقلال کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۱۷۹۸ء میں برطانوی حکومت نے برصغیر کے اندر انگریزوں کی طاقت کا لوہا منوانے کے لیے ولزلی کو انگریزی مقبوضات کا گورنر جنرل مقرر کیا اس نے سامراجی حکومت کی گرفت مضبوط کرنے کے لیے سب سڈیری ایری سسٹم کے نام سے ایک سکیم تیار کی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام ریاستوں کے فرمانروا ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم کریں اور کسی ریاست کا کوئی سربراہ کمپنی کی اجازت کے بغیر صلح یا جنگ کا کوئی معاہدہ نہ کرے۔ نیز تمام ریاستی حکمرانوں کے لیے اپنے دربار میں انگریز ریذیڈنٹ اور کمپنی کی فوج کا ایک دستہ رکھنا لازمی ہو گا جن کے تمام اخراجات بھی ریاستیں خود ہی برداشت کریں گی۔ سب سے پہلے حیدرآباد دکن کے نواب نظام نے اس حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کیا اور اس کے بعد بہت سے والیانِ ریاست نے ولزلی کی مجوزہ سکیم قبول کی جنوبی ہند کی ایک ریاست میسور کے فرمانروا سلطان ٹیپو نے ریاستی خودمختاری نے خود ہی دستبرداری کی اس تجویز کو ٹھکراتے ہوئے واضح الفاظ میں کہا کہ "میں تمہاری ذلت آمیز شرائط کو قبول کر کے برطانوی سامراجیت کی غلامی کی طوق اپنے گلے میں ہرگز نہیں ڈال سکتا"۔ یہ سن کر ولزلی کے تن بدن کو آگ لگ گئی اور نہایت عجلت کے ساتھ سلطان کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ ہندوستانی ریاستوں کے فرمانروا اس باضمیر انسان کی مدد کرنے کی بجائے برطانوی سامراج کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اس شیر دل مجاہد پر کاری ضربیں لگانے کی فکر کرنے لگے۔ نظام حیدرآباد دکن کے دستِ راست میر صادق نے نہایت ہی قابلِ مذمت کردار ادا کیا۔ پلاسی کی جنگ میں میر جعفر نے ملت فروشی کی جو کسر چھوڑی تھی نابکار میر صادق نے اسے پورا کرنے میں ذرہ بھی کوتاہی نہ کی۔ شاعرِ مشرق نے ان دونوں کو یوں یاد کیا۔ ع

جعفر از بنگال و میر صادق از دکن
ملت، ننگِ دین، ننگِ وطن

انگریزوں نے جنگ کی مکمل تیاریاں کرنے کے بعد ریاست میسور پر دو طرف سے حملہ کیا۔ پہلی فوج مدراس سے جنرل ہیرس کے ماتحت اور دوسری فوج بمبئی سے جنرل سٹورٹ کی قیادت میں روانہ ہوئی۔ نظام دکن نے بھی اپنی فوج ولزلی کے بھائی آرتھر ولزلی (جو بعد میں ڈیوک آف ولنگٹن کے نام سے مشہور ہوا) کی زیر کمان بھیج دی

سلطان ٹیپو نے پہلے سداسیر کے مقام پر بمبئی والی فوج کا مقابلہ کیا لیکن کامیابی نہ ہو سکی پھر ملاوَلی کے قریب مدراس کی فوج سے اس کی جھڑپ ہوئی مگر وہاں بھی قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ دو دفعہ ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد اس نے قلعہ بند ہو کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ اس وقت برصغیر کی دو طاقتور ریاستیں حیدرآباد دکن اور مہاراشٹر کی مرہٹہ حکومت انگریزوں سے مل کر سلطان ٹیپو کے خلاف برسرِپیکار تھیں مگر پھر بھی انگریزوں کو سلطان کے قلعہ سرنگاپٹم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

سلطان کو کچھ عرصہ کے لیے قلعہ میں محصور رہنا پڑا۔ اس اثنا میں اس نے دنیا کے مختلف ممالک کی توجہ اس لوٹ کھسوٹ کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی جو برطانیہ کی سامراجی حکومت نے ہندوستان میں مچا رکھی تھی۔

اس نے سلطان ترکی کے پاس اپنا ایلچی بھیجا فرانس کے حکمران نپولین کی جانب مکتوب ارسال کیے۔ دہلی کے مغل فرمانروا کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن یہ سب کچھ بے سود ثابت ہوا۔ اور کسی نے آڑے وقت میں اس حق گو کی جائز امداد نہ کی۔

ترکی کا فرمانروا اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے رسوائے عالم ہو چکا تھا۔ اہلِ مشرق اسے "کاٹھ کا پتلا" اور اہلِ عرب "یورپ کا مردِ بیمار" کہہ کر پکارتے تھے۔ اس نے سلطان کے پیغام کو ایک کان سے سنا اور دوسرے سے نکال دیا

فرانس کا حکمران ہوسِ ملک گیری کی رو میں بہہ چکا تھا اسے اپنے محبوب مشغلے سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ کسی نیک دل انسان کی صداقت بھری آواز پر توجہ دینے کی زحمت گوارا کرتا۔ دہلی کے مغل سلاطین محلاتی سازشوں میں الجھ کر اپنی بصیرت بالکل کھو چکے تھے اور ان کی ناعاقبت اندیشیوں سے اس امر کا اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کی پشتِ غفلت کسی بڑے ہی سخت تازیانے کا انتظار کر رہی ہے۔ انہوں نے سلطان کا پیغام کانوں سے تو سنا مگر دل و دماغ میں اسے کوئی جگہ نہ دی۔

ہر جانب سے مایوس ہو کر حیدرآباد دکن کے نظام کی غیرت کو جھنجھوڑنا اور اس کو اس کی ملی ذمہ داریوں کا احساس دلانا چاہا اور کہا کہ "کتنی افسوس کی بات ہے کہ آپ غیر ملکی سامراجیوں سے مل کر مجھے پامال کرنے پر تلے ہوئے ہیں جب کہ میں نے اس وقت مادر وطن کی سرزمین کو ان کے منحوس قدموں سے پاک کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگا رکھی ہے"۔

نظام کا ضمیر ماؤف ہو چکا تھا۔ اور غیرت و حمیت کا ادنیٰ ترین رمق بھی اس کے اندر باقی نہ رہی تھی۔ سلطان کی باتوں کا اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔

سلطان نے افغانستان کے فرمانروا

مشہور نا تجے احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان خان کو صورتِ حال سے آگاہ کیا اور اسے میدانِ عمل میں آنے کی دعوت دی غیور افغان نے دعوت کو فوراً قبول کیا اور سلطان کے نام یہ ہمت افزا پیغام بھیجا۔

"آپ مطمئن بیٹھے میں آندھی اور طوفان کی طرح ریاست میسور کی طرف آرہا ہوں"

چنددہ حسب وعدہ اپنی فوج کے ہمراہ وطن سے روانہ ہوا مگر ابھی پنجاب میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کے بھائی نے افغانستان میں بغاوت کردی جس کی وجہ سے اس کو فوری طور پر واپس لوٹنا پڑا۔ افغانستان پہنچتے ہی اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس کے بھائی جو پوری طرح حکومت پر قابض ہو چکا تھا، نے اس کی آنکھیں نکلوا کر جلا وطن کر دیا۔

سلطان ٹیپو کو اس المناک واقعہ کی خبر ہوئی تو حد سے زیادہ غمزدہ ہوا۔ ملت فروش میر صادق سلطان کا دیوان ہونے کی وجہ سے قلعہ سرنگا پٹم کے تمام رازوں سے پوری پوری واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے نظام دکن کی وساطت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل ولزلی کو سلطان سے دگرگوں حالات سے آگاہ کیا اور اسے بلا خیر حملہ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ کوئی ڈر اور خوف کئے بغیر چلے آؤ ہم نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں جب ہم قلعہ کے قریب پہنچ جاؤ گے تو تمہارے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔

مئی ۱۷۹۹ء کو نظام کی دکنی فوج، مہاراشٹر کی مرہٹہ فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی سامراجی فوج نے قلعہ سرنگا پٹم پر دھاوا بول دیا سلطان نے قلعہ کے خفیہ دروازے سے نکل کر حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ میر صادق اور اس کے ناعاقبت اندیش ساتھیوں نے قلعہ کا صدر دروازہ کھول دیا۔ دشمن کی فوجیں اندر داخل ہو گئیں اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ سلطان کے ایک وزیر پورنیا نے لڑائی کے وقت تنخواہیں دینے کے بہانے فوج کو میدان سے واپس بلا لیا اور لڑائی کا نقشہ ہی بدلوا دیا۔

سلطان کے وفادار ساتھیوں نے ان کو دوسرے قلعہ میں تشریف لے جانے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ بالکل محفوظ تھی مگر اس نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میرے عزیزو میری اور میرے اہل و عیال کی جانیں تم سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں اگر موت ہی اس وقت مقدر ہو چکی ہے۔ تو تم جیسے سرفروش ساتھیوں سے جدا ہو کر کیوں مروں؟

سلطان اور اس کے جانباز ساتھی ایک ایک ہو کر شہید ہوئے اور غیر ملکی دشمنوں سے بڑھ کر ہم وطن بدخواہوں نے اس کی تباہی پر خوشی کا اظہار کیا۔

ویرانئی میسور کے بعد انگریزوں کا اقتدار سرزمین ہند میں انتہائی بلندیوں پر پہنچ گیا صوبہ بنگال اور مدارس مکمل طور پر ان کے قبضے میں تھے حیدرآباد دکن میں انہی کا دست راست نظام حکمران تھا اور پنجاب کی حکومت کمپنی کے بہت بڑے حلیف رنجیت سنگھ کے زیر نگین تھی۔

دہلی کے مغل سلطنت کا چراغ سامراجیوں اور ان کے بے ضمیر حواریوں کی لئیں پھونکوں سے ٹمٹما رہا تھا۔ اب غلامی برصغیر کے شجرۂ آزادی کو آکاس بیل کی طرح بڑی تیزی سے اپنی لپیٹ میں لئے جا رہی تھی اور کوئی بھی قوت اس کے راستے میں حائل ہوتی نظر نہیں آرہی تھی۔

۱۸۰۳ء میں کمپنی کے نمائندوں نے بادشاہ دہلی سے جبراً ملکی انتظام کا پروانہ لکھوا کر اعلان کر دیا کہ خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا، اور حکم کمپنی بہادر کا۔ اس طرح انگریزوں نے نظام سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر پورے ملک کو اپنے آہنی پنجۂ استبداد میں جکڑ لیا

بقیہ جہاد آزادی

گے تاکہ قرآن جیسا ہے وہ لوگوں کے پاس پہنچے اپنی اصلی شکل میں، بالکل واشگاف اور بے نقاب لوگ پڑھیں اور اپنی زندگی میں اسے مشعلِ راہ بنائیں (خطبات صفحہ ۲۲)، کلمہ توحید کے متعلق مولانا کی رائے ہے "میرے نزدیک تو اقرار باللہ سے پہلے غیر اللہ کا انکار لازمی ہے اور اسی غیر اللہ کے انکار کی عملی جدوجہد کو میں جہاد کہتا ہوں ـــــ نبی اکرمؐ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب

تمہاری عورتیں سرکش اور تمہارے جوان بدکار ہو جائیں گے اور تم جہاد کرنا چھوڑ دو گے؟

حکیم محمد حسن قرشی

عبدالصمد صارم الازہری

خدا غریقِ رحمت کرے حکیم صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ میں ۱۹۴۴ء میں لاہور آیا تو فلیمنگ روڈ پر ٹھہرا۔ کیونکہ علامہ تاجور نجیب آبادی یہاں رہتے تھے اور شاہکار کا دفتر بھی اسی روڈ پر ایک گلی میں نیرنگِ خیال کے دفتر کے سامنے تھا اور میں شاہکار کا ایڈیٹر بن کر حیدرآباد دکن سے لاہور آیا تھا کیونکہ میری صحت اچھی نہ رہتی تھی۔ میں نے تاجور صاحب کو دکن سے چٹھی لکھی کہ مجھے لاہور پسند ہے۔ کوئی جگہ مل جائے تو بلا لیجیے۔ مصطفےٰ خان مداح عرف احمق پھپھوندوی ایڈیٹر شاہکار سے عبدالحلیم ابن ڈاکٹر غلام جیلانی کو کچھ شکائتیں پیدا ہو گئی تھیں لہٰذا وہ انہیں سبکدوش کرنا چاہتے تھے عبدالحلیم مولانا سے شاہکار خرید چکے تھے اور بحیثیت ایڈیٹر کے اپنا ہی نام لکھاتے تھے۔

خواجہ دل محمد روڈ جو کہ فلیمنگ روڈ کو کراس کرتی ہے حکیم صاحب یہیں رہتے تھے اور مکانوں کے سامنے قومی دواخانہ تھا۔ حکیم صاحب کو میرے آنے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، میں گیا تو حکیم صاحب بڑے تپاک سے ملے اور مختلف علمی مسائل پر باتیں کرنے لگے۔ اس زمانے میں وہ طبیہ کالج کے پرنسپل تھے۔

دورانِ گفتگو میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے کالج کی ڈگری حکیم حاذق کہلاتی ہے، مجھے یہ نام پسند نہیں کوئی اچھا سا نام تجویز کر دو۔ میں نے دو چار الفاظ تجویز کیے تو انہیں پسند نہ آئے۔ فرمانے لگے کوئی ایسی ترکیب ہو جس میں الف۔ لام آئے، تاکہ شاندار معلوم ہو۔ میں نے پھر دو چار ترکیبیں بتائیں، انہیں پسند نہ آئیں۔ میں نے یہ سوچ کر کہ یہ عربی کیا جانتے ہوں گے کہہ دیا: تو پھر

"حکیم الحاذق یا طبیب الحاذق کر دیجیے"

وہ کہنے لگے: ایک پہ الف لام کیسے ہو سکتا ہے؟ ہوگا تو دونوں پہ ہوگا۔

میں سمجھ گیا کہ حکیم صاحب عربی نحو سے خوب بہرہ ور معلوم ہوتے ہیں۔ تو پھر سنبھل کر بات کرنے لگا۔ دیر تک مختلف مسائل پر باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے میری بڑی خاطر مدارات کی کہ ان کے اخلاق کا میں گرویدہ ہو گیا۔ اس کے بعد اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور سر راہے تو اکثر و بیشتر ہو جاتی تھی۔ اس زمانے میں آفتاب حسن ان کے صاحبزادے اسلامیہ کالج میں تعلیم پاتے تھے اور ریاض احمد مشیر الاطباء کو سنبھالے ہوئے تھے اور تصنیف و تالیف میں منہمک رہتے تھے۔ آفتاب کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ آج کل جیل میں ہے، اسے لیڈری کا بڑا شوق ہے۔ میں نے کہا کہ اسے سیاست میں حصہ لینے سے روک دیں، ورنہ تعلیم خراب ہو جائے گی۔ فرمانے لگے ہم کچھ نہیں کہتے۔ اسے شوق ہے تو جیسے وہ کرتا ہے ٹھیک ہے۔ ویسے پڑھنے لکھنے کا بھی شوقین ہے۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا تھا صحیح نکلا۔ آفتاب نے دونوں کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ دواخانہ کو بھی سنبھالا، زبدۃ الحکماء بھی پاس کیا۔ اورنٹیل کالج سے ایم۔ اے عربی بھی پاس کیا۔ آفتاب خوبیوں کے مالک ہیں اور حکیم صاحب کے صحیح جانشین ہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

ابھی لاہور کچھ دن نہ گذرے تھے کہ میں انجمن حمایت اسلام کے شعبۂ تالیف و طبع میں ملازم ہو گیا۔ اس شعبہ کے اوپر طبیہ کالج تھا۔ لہٰذا حکیم صاحب سے یہاں بھی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ وہ وضع کے بڑے پابند تھے۔ ترکی ٹوپی، چھڑی، اچکن انکے لوازمات سے تھے، داڑھی منڈواتے تھے۔ پھر جب عرصہ دراز کے بعد حج کرنے گئے تو داڑھی رکھ لی تھی۔ مگر چھوٹی تھی پھر اور عرصہ کے بعد بڑی ہوتی چلی گئی اور اب تو خوب دراز ہو گئی تھی۔ حکیم صاحب بڑے شاندار اور بڑے متین تھے۔

انجمن کی ملازمت میں قدم رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں تو بڑی ہی سخت پارٹی بازی ہے۔ حکیم صاحب عرصہ دراز تک یہاں کے پرنسپل رہے۔ صرف ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ تھی۔ انجمن والوں نے یہ نہ سوچا کہ ان کے لیے ڈیڑھ سو روپے کیا چیز ہیں۔ کالج کا سیکرٹری ان کا مخالف ہو گیا اور یہ اختلاف دشمنی کی صورت اختیار کر گیا حکیم صاحب اکثر لیٹ پہونچتے تھے۔ سیکرٹری وقت پر پہونچ گیا، حسب معمول حکیم صاحب ذرا لیٹ پہونچے۔ بولا:

"آ گئے چھڑی گھماتا ہوا"

یہ سن کر حکیم صاحب واپس چلے آئے اور استعفےٰ دیدیا۔ انجمن کو ان کے بعد اتنا قابل پرنسپل نصیب نہ ہوا۔ مجبوراً ڈاکٹر صادق کو پرنسپل بنایا۔ ان کا گھر حکیم صاحب کے گھر کے پاس تھا۔ عرصہ کے بعد حکیم جلیل انصاری کو اور ان کے بعد حکیم فضل الٰہی کو پرنسپل بنایا۔ انجمن میں ایسی نوٹنکی

باقی صفحہ ۲۳ پر

محمد زاہد نمائندہ ترجمان اسلام

میں چین میں سوئیوں سے علاج کروانا چاہتا ہوں

سرخپوش رہنما سابق خدائی خدمت گار تحریک کے بانی خان عبدالغفار خان کیا کہتے ہیں؟

پاکستان کی تیس سالہ تاریخ میں بے شمار تغیرات ہوئے۔ ان میں چند ایک صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں جہاں قیوم خان کی "قیوم لیگ" کا مکمل خاتمہ شامل ہے۔ وہاں پیپلز پارٹی کی "جیئے جی" موت بھی عیاں ہے۔ مگر آفرین ہے اس خاندان پر جو ان تیس سالوں میں نہ بکا نہ جھکا اور نہ مخالفوں کے سامنے اپنی شکست تسلیم کی۔ یہاں تک کہ اس خاندان کو سالوں جیلوں کی سلاخ، کال کوٹھڑیوں کے پیچھے بند رکھا گیا، ہلاکو خان، چنگیز خان اور زار روس و ہٹلر کو بھی پیچھے چھوڑتے ہوئے ہر طرح سے ظلم و تشدد روا رکھا گیا۔ اس خاندان نے انگریز سے بھی ٹکر لی۔ تو مفاد پرست اور موقع شناس اپنے ہی ہم مذہبوں کا بھی مقابلہ کیا۔

خاندان موصوف میں سیاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ میرے ناقص خیال میں ان کے علاوہ کسی اور کو اپنے آپ کو سیاستدان کہلوانے کا حق نہیں پہونچتا۔ اس خاندان کے رُوحِ رواں سابق خدائی خدمت گار تحریک کے سربراہ پختونوں کے بے تاج بادشاہ خان عبدالغفار خان جنہیں پختون عقیدت سے بادشاہ خان یا باچہ خان بھی کہتے ہیں۔ افسوس کہ تحریکِ آزادیٔ پاکستان سے لے کر آج تک پاکستان میں جتنے بھی حکمران یا قوم کے نام نہاد خیر خواہ مسندِ اقتدار پر جائز و ناجائز طریقے سے بیٹھے۔ انہوں نے ہمیشہ قومی اور اجتماعی مفاد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے خالص ذاتی مفاد کے حصول کی خاطر شاطرانہ چالوں سے ان مجاہدوں اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے والے اصل سرخیل غازیوں کو بدنام اور غدارِ وطن ثابت کرنے کی حتی الوسع کوشش کی۔ اور قوم کو ان کی ان قربانیوں سے تاریکیوں میں رکھا جنکی بدولت آج ہندوستان، پاکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش، نیپال، بھوٹان، افغانستان آزاد ہیں اور مفاد پرستوں نے حسد کی تیز آنچ میں جلتے ہوئے یہاں تک کہا کہ یہ مہاتما گاندھی کی مانند پاکستان کے سرحدی گاندھی ہیں۔ گویا ایک کلمہ گو اور باعمل راسخ العقیدہ مسلمان کو جبرا" کافر و مشرک، ہندو سے ملانے کی ناپاک سازش کی گئی۔

یہ سازش کس نے کی۔؟ صرف اور صرف ان لوگوں نے جو قوم کو لسانی، صوبائی، نسلی اور علاقائی مسائل و تعصب میں الجھا کر قوم کو تباہ کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے مخصوص مالی اور دوسرے سامراجی عزائم کو عوام کی پیٹھ پر خنجر بھونک کر پورا کرنا چاہتے ہیں۔

غفار خان کا آبائی علاقہ اتمان زائی تحصیل چارسدہ ہے۔ مگر غفار خان تمام پاکستان کو اپنا گھر ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے اتمان زئی کا شاہی باغ۔ عبدالغفار خان کے زیادہ معتقد صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں ہیں۔ اس لئے وہ اکثر و بیشتر ان دونوں صوبوں میں کثرت سے دورہ کرتے رہتے ہیں

عبدالغفار خان ایک طویل عرصہ کے بعد بلوچستان آئے ہیں۔ یہ طویل عرصہ ان کی بھٹو حکومت کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں میں بھی شامل ہے۔ پر غفار خان نے پروگرام کے مطابق ۴-جولائی سے چند روز قریباً ایک ہفتہ بلوچستان کا دورہ کرنا تھا۔ مگر اچانک انہوں نے پروگرام بدل لیا ہے اور فی الحال کوئٹہ میں رہائش پذیر ہیں۔ یہ شاید اس لیے بھی ہوا کہ ایک طویل عرصہ کے بعد آئے ہیں اور معتقدین اور عوام الناس کا ایک ہجوم غفیر ان سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے۔ اس طرح تمام لوگ باآسانی مل سکیں گے۔

میں صوبہ بلوچستان کے دورہ پر تھا۔ میں نے مقامی اخبار میں ان کے پروگرام اور رہائش گاہ کی تبدیلی کی خبر پڑھی۔ فوراً ہی ان کی رہائش متعلق معلومات حاصل کیں اور سرکی روڈ کے مدرسہ کے حسین احمد شرودی کو اپنے ساتھ آنے پر آمادہ کیا۔ ان کو ساتھ لے جانے کی بڑی وجہ میری پشتو زبان سے ناواقفیت ہے۔ میرا خیال تھا کہ خان صاحب اردو کے ساتھ ساتھ پشتو

ستعمال بھی کریں ۔ مگر ایسا نہیں ہوا ۔ سڑک روڈ جو گوال منڈی سے شروع ہوتا ہے نہایت پسماندہ اور نیم کچا روڈ ہے ۔ ٹرانسپورٹ کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے ۔ صرف ایک ویگن چلتی ہے وہ بھی مرضی کے مطابق آتی ہے ۔ اگر اس وقت انسان کو جلدی ہو تو پھر یقیناً رکشا ہی لینا پڑتا ہے اور پھر کوئٹہ کے رکشا والوں کا "اصول اور ضابطہ" علیحدہ ہے ۔ یہاں میٹر کا استعمال ناپید ہے ۔

آپ خواہ دو فرلانگ سفر کریں یا دو میل ۔ کرایہ بس روپے لگیں گے ۔ اس سے زاید پر ایک روپیہ پر بڑھا دیا جاتا ہے ۔ بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی ۔ میں نے رکشہ لیا ۔ اور مشن روڈ ان کی رہائش گاہ پہونچ گیا ۔ باہر بڑا سا لوہے کا گیٹ تھا ۔ اندر داخل ہوا تو وہاں دائیں بائیں دو چھوٹے دروازے پر داخل ہونے لگا ۔ میں نے اسے روک کر مدعا بیان کیا وہ اتفاق سے سرخپوش رہنما عبدالغفار خان کا قریبی رشتہ دار تھا ۔ اس نے خان صاحب کو میرے آنے کی اطلاع دی ۔ انہوں نے بلا بھیجا میں ڈرائینگ روم میں داخل ہوا تو سامنے دیوار کے ساتھ ساتھ اعلیٰ قسم کا صوفہ سجا تھا ۔ فرش پر قالین بچھا تھا ۔ اس کے آگے عبدالغفار خان کا رہائشی کمرہ تھا ۔ ان کا کمرہ بھی قرینے سے سجا ہوا تھا ۔ مغربی جانب وہ پلنگ پر نیم دراز نوائے وقت اخبار کے مطالعے میں غرق تھے ۔

میں نے اندر داخل ہو کر سلام کیا ۔ انہوں نے نہایت شفقت سے پلنگ پر بیٹھنے کے لیے فرمایا اور سیدھے بیٹھ گئے ۔ عبدالغفار خان سے یہ پہلی ملاقات تھی ۔

غفار خان جو اپنی عمر کی صدی پوری کر رہے ہیں نہایت پیرانہ سالی سے دوچار ہیں ۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ عام بوڑھوں کی مانند نہ اٹھ سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں اور مجہول باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں ، بلکہ وہ عام آدمی سے بہت مختلف ہے ۔ اتنی عمر میں بھی خاصے چست اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ویسے ہی حامل ہیں جیسے جوانی میں تھے ۔ سرخ پختونوں والا چہرہ نظروں کی کمزوری کے باعث آدھا موٹی عینک تلے تھا پیدائشی موٹی ناک اور پیرانہ سالی کی عام نشانی سلوٹی جلد نمایاں تھے ۔ البتہ پیرانہ سالی نے ان کی صحت پر بڑا اثر یہ ڈالا کہ آواز میں مدھم پن آگیا ہے ۔

میں نے انٹرویو شروعات کے طور پر سرخپوش رہنما عبدالغفار خان سے کہا کہ آپکا موجودہ سیاسی صورتِ حال کے بارے میں کیا خیال ہے ؟

جواب : میں سیاسی آدمی نہیں ہوں ۔ مجھ سے ایسے سوال کے جواب کی توقع نہ رکھی جائے ۔

سوال : آپ خدائی خدمت گار تحریک کے بانی و سربراہ تو ہیں ۔

جواب : پہلے تھا ۔ اب نہیں ہوں ۔

سوال : موجودہ حکومت غیر جانبدار ہے ۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

جواب : بھٹو حکومت کے جانے اور عبوری حکومت کے آنے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑا ۔ میں فوجی حکومت کو غیر جانبدار نہیں سمجھتا ۔

سوال : آخر کیوں ۔ ؟

جواب : یہ حکومت سابقہ حکومت سے دو قدم آگے ہے ۔ میں نے جنرل ضیاء الحق کو خط لکھا تھا کہ آپ غیر جانب دار ہیں ، مگر میرے پیچھے تین تین کاریں مع کیمروں نگرانی کرتی ہیں جب کہ بھٹو کے دور میں صرف ایک کار میری نگرانی کرتی تھی وہ بھی بغیر کیمرے کے ۔

یہاں مجھ سے ملنے جو کوئی آئے اسکو نوٹس میں لاتے ہیں ۔ یہ عام لوگوں کو تین تین کاروں اور کیمروں سے ڈرانا چاہتے ہیں ۔ "خوب غیر جانب دار حکومت ہے"

سوال : ابھی تک آپ علاج کے لیے چین نہیں گئے ۔ ؟

جواب : مَیں علاج کے لیے جانا چاہتا ہوں مگر ابھی تک اسکی اجازت نہیں ملی ۔ کمشنر میرے پاس آیا تھا ۔ میں نے کہا کیسے آئے ہو ؟ اس نے کہا کہ آپ بیمار ہیں اپنا علاج کروائیں ۔ میں نے کہا میں پاکستان میں علاج نہیں کروانا چاہتا میں چین میں سوئیوں سے علاج کروانا چاہتا ہوں ۔ چین ہمارا دوست بھی ہے اس لیے اجازت دینے میں عار نہیں محسوس ہونا چاہیے ۔ اس نے کہا کہ میں تمہارا پاسپورٹ بناتا ہوں ۔ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ نے پاسپورٹ کی اجازت کے لیے اسلام آباد فون کیا اور پوچھا کہ آیا غفار خان کو پاسپورٹ دے دیا جائے یا نہیں ؟ اسلام آباد کے اعلیٰ حکام نے پاسپورٹ کی اجازت دے دی ۔ چیف سیکرٹری نے اعتراض کیا کہ زبانی نہیں تحریری اجازت دیں ۔ ابھی تک اجازت نہیں دی ۔

سوال : کیا آپ کا نظریہ عدم تشدد ابھی تک قائم ہے ۔ ؟

جواب میرا نظریہ ابھی تک عدم تشدد ہے ، مگر افسوس کہ خدائی خدمت گار تحریک پاکستان بننے کے بعد سے بند ہے ۔ میرا نظریہ عدم تشدد لوگوں نے چھوڑ دیا ہے ۔ نظریہ ملک میں نہیں رہا ۔ بھٹو صاحب کی مہربانی سے لوگوں کے ذہنوں میں "تشدد" بھر گیا ہے ۔

سوال : کیا آپ بھی ملک سے ہجرت کا ارادہ رکھتے ہیں ؟

جواب : جب میرا نظریہ ہی یہاں نہیں رہا تو میرا یہاں رہنا فضول ہے ۔

سوال : پختون غیرت مند ہوتے ہیں اور خاص طور پر عورتوں کے معاملے میں ۔ مگر آپ نے اپنی بہو بیگم نسیم ولی خان کے بارے میں کوئی مخالفت نہیں کی ۔ حالانکہ یہ بھی پختون ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ پختونوں نے اپنی عورتوں کو باہر نکال دیا ہے ؟

جواب : ملک کی خدمت مردوں اور عورتوں پر یکساں فرض ہے اور خدمت کے ساتھ ساتھ ظلم و تشدد کے خلاف آواز اٹھانے

باقی صفحہ نمبر ۲۴ پر

موجودہ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ

اور

جمعیۃ علماء اسلام شہر بہاولپور

از محمد یٰسین امیر جمعیۃ علماء اسلام بہاولپور

جب قومی اتحاد کے قائد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی زیر قیادت مورخہ ۱۴ راپریل ۱۹۷۷ء کو تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کا آغاز ہوا تو جمعیۃ علما اسلام بہاولپور اپنی روایات کے مطابق پورے جوش اور ولولے کے ساتھ میدان کارزار میں معرکہ آرا ہو گئی۔ پہلے ہی مرحلے پر ڈاکٹر شبیر احمد جنرل سیکرٹری جمعیۃ علما اسلام تحصیل احمد پور شرقیہ، محمد عبداللہ قریشی ایڈووکیٹ صوبائی اسمبلی احمد پور۔ عبدالستار صاحب ہمدانی ایڈووکیٹ امیدوار صوبائی اسمبلی خیر پور ٹامیوالی، مولوی محمد رشید، حافظ محمد رمضان محمد اکرام ولد حاجی سیف الرحمٰن، محمد سلیم انصاری ناظم جمعیۃ علماء اسلام بہاولپور شہر، محمد ریاض صاحبزادہ۔ غلام سرور خان، عبدالخالق قریشی ولد چوہدری مقبول احمد، مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اور سینکڑوں کارکن گرفتاری کے لیے پیش ہوئے اور نہایت مسرت کے ساتھ جیل چلے گئے۔ تحریک پورے زور شور کے ساتھ رواں دواں رہی اور مسٹر بھٹو کی حکومت نے جتنا ظلم و تشدد اور بربریت کا مظاہرہ کیا اتنا ہی جمعیۃ کا ہر رکن اس کے مقابلے میں نہایت استقلال کے ساتھ سینہ سپر رہا جمعیۃ علماء اسلام ہی واحد جماعت تھی جس کے اسی فی صد کارکن ابتداہی میں جیل چلے گئے۔ ایک مرحلہ پر جب بھٹو حکومت نے ۲۵ مارچ ۱۹۷۷ء کو اپنے غنڈوں اور پولیس کے ذریعہ پُرامن جلوس پر حملہ کیا تو اس میں جمعیۃ کے بلند ارکان جس میں راقم الحروف بھی شامل تھا شدید زخمی ہوئے۔ اسلی پر لاٹھیاں لگیں۔ بائیں ہاتھ کی انگلی ٹوٹ گئی اور ابھی تک درست نہیں ہوئی۔ اس تمام وحشت و بربریت کے باوجود اللہ نے صبر اور حوصلہ سے نوازا اور کام میں خلل نہ آنے دیا۔ مزید ذمہ داری یہ عاید ہوئی کہ امیر ضلع بہاولپور جناب غلام سرور خان کو پولیس نے ایسی حالت میں گرفتار کیا کہ وہ چارپائی سے اٹھ بھی نہ سکتے۔ ان کا سات مارچ کو بازو ٹوٹ گیا تھا اور اس طرح شدید زخمی ہوئے تھے کہ زندگی کی امید نہ رہی تھی۔ وہ ابھی ہسپتال سے زخمی حالت میں گھر منتقل ہوئے تھے کہ پولیس نے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ ان کے زخمی ہونے کا حادثہ اس وقت ہوا جب کہ وہ قومی اسمبلی کی سیٹ کے لیے جو کہ میاں اللہ نواز ایڈووکیٹ تحریک استقلال کی تھی پولنگ پر گشت کر رہے تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ صادق پبلک سکول کے پولنگ پر پیپلز پارٹی کے غنڈے دھاندلی کر رہے ہیں تو وہ ایک وین میں سوار ہو کر چلے۔ جلدی میں وین الٹ گئی اور وہ شدید زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے اور ان کا بازو کٹ گیا۔ اس عالم میں بھی اس جیالے کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ جب ہوش آیا اور دل کی حرکت بحال ہوئی تو سب سے پہلے پولنگ کا حال دریافت کیا۔ میری ڈیوٹی طیبہ کالج کے پولنگ سٹیشن پر تھی۔ مجھے جب اس حادثہ کا علم ہوا تو میں فوراً ہسپتال پہونچا۔ خان صاحب بیہوش تھے اور ڈاکٹروں نے بتایا کہ خوش قسمتی سے دل کی حرکت بحال ہو گئی ہے۔ اس مجاہد کے حوصلے اور جذبے سے جو استقلال اور عزم ظاہر ہوا وہ کارکنوں کے لیے ہمت افزا اور عوام کے لیے حیرت انگیز تھا۔

ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب جمعیۃ علماء اسلام کے سوا دوسری تمام حلیف جماعتوں نے مجموعی طور پر چھ رضا کار گرفتاری کے لیے پیش کیے۔ جمعیۃ کے کارکنوں میں سے شہر سے میں اکیلا اور ضلع سے مولانا غلام حسین صاحب جنرل سیکرٹری ضلع بہاولپور اور حکیم نظام الدین آف خیر پور ٹامیوالی تحریک کی رہنمائی کر رہے تھے۔ جمعیۃ کے رضا کار پورے عزم کے ساتھ گرفتار ہو رہے تھے۔ دونوں مرد قلندر رات دن انتھک کام کر رہے تھے۔ اور قومی اتحاد کا پیغام گھر گھر پہونچا رہے تھے۔ باالآخر حکیم نظام الدین بھی گرفتار ہو گئے اور اب مجھے بھی ساجد محمود ڈی ایس پی کے مکان پر بم کے دھماکے کے الزام میں ملوث کر کے گرفتار کر لیا۔

یہ دن بہاولپور کی تاریخ میں خوفناک ترین اور سیاہ ترین دن تھا۔ شہر میں مکمل خاموشی تھی گویا کرفیو کا نظارہ تھا۔ انتظامیہ اور پولیس ہر وہ

ہتھکنڈا استعمال کر رہی تھیں جس سے تحریک کے جیالے اور غیور کارکنوں کو ہراساں کیا جاسکے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ۷۲ گھنٹے بعد مجھے ان ظالموں کے پنجہ سے رہائی بخشی۔ یہاں بھٹو حکومت نے کارکنوں کو مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ تحریک کو مسجد کی سیڑھیوں تک بھی نہ لائیں۔ یہاں تک فضا کو وحشت ناک بنایا گیا کہ لوگ عصر کی نماز پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں آنے سے ڈرتے تھے۔ مسجد کے دروازوں کو حکومت کے وفادار بند کر دیتے تھے۔ نماز عصر سے صرف ۱۰ منٹ قبل کھولتے تھے۔ آس پاس کے دکانداروں کو یہاں تک ہراساں کیا گیا کہ شہر کا یہ بارونق ترین علاقہ عصر کے بعد ہی قبرستان کی خاموشی اور ویران جگہ میں تبدیل ہو جاتا۔ مگر جب ہائی کمان نے حکم دیا کہ تمام اسیران تحریک نظام مصطفےٰ کو ضمانت پر رہا کرا لیا جائے تو ہم نے فوراً اسیر کارکنوں کی ضمانت کرائی۔ اس سے قبل جمعیۃ کی طرف سے راقم الحروف محمد ایوب، جماعت اسلامی کی جانب سے ڈاکٹر خورشید علی، تحریک استقلال کی طرف سے غلام مصطفےٰ صاحب بوولہ ایڈووکیٹ و پیرزاد نظامی ایڈووکیٹ، مسلم لیگ کی طرف سے ضمیر الکاظمی ایڈووکیٹ، این ڈی پی کی طرف سے مسٹر پرمون لیئر جیل سے باہر تھے۔ ضمانت کے بعد باقی حضرات بھی باہر آگئے۔ جمعیۃ کی طرف سے امیر ضلع خان غلام سرور خان، صوبائی امیدوار مسٹر عبداللہ قریشی ایڈووکیٹ اور سید عبدالستار صاحب ہمدانی اور مولانا غلام مصطفےٰ صاحب کے باہر آنے پر وہ تحریک جو جامع مسجد کی سیڑھیوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی پھر پورے جوش و خروش کے ساتھ شروع ہو گئی اور اس وقت تک پورے جذبہ اور ولولہ کے ساتھ جاری رہی جب تک کہ ہائی کمان نے بند کرنے کا حکم نہ دیا۔ جب مذاکرات شروع ہوئے تو ہائی کمان نے تحریک کو سڑکوں پر لانے سے منع کر دیا۔ اور سیز فائر cease کا حکم جاری کر دیا۔ پھر جب بھٹو کی ہٹ دھرمی سے مذاکرات ناکام ہو گئے تو مارشل لاء نافذ ہو چکا تھا۔ اس طرح جمعیۃ علماء اسلام بہاول پور نے اس تحریک میں اپنے اکابر کی

ہدایات پر ایک ناقابل رشک ریکارڈ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعی کو قبول فرمائے اور آئندہ بھی ایسے استقلال اور عزم کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خلوص و الیقان کی دولت مرحمت فرما کر تحریک نظام مصطفےٰ کو کامیابی اور فتح سے ہمکنار فرمائے (آمین)

بقیہ۔ حکیم محمد حسنؒ

پارٹی بازی دیکھی تو میں نے یہاں سے بھاگنے کی فکر کی۔ چنانچہ چند ماہ بعد میں اورنٹیل کالج میں ملازم ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ارباب انجمن کسی بھی ملازم کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے خواہ وہ کتنا ہی قابل اور مخلص کیوں نہ ہو۔

حکیم صاحب بے نیاز تھے۔ وہ اپنے مطب میں مصروف رہے۔ اور پھر لوگوں کو ان سے درس لینے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ وہ علم تشریح کے بڑے ماہر تھے۔ شاید ہی کوئی طبیب ان جیسا اس فن کا ماہر ہو۔ اس سلسلہ میں ان کی ایک ضخیم تصنیف بھی ہے۔ ویسے وہ سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں۔!!

پھر ایک عرصہ کے بعد وہ بیڈن روڈ پر منتقل ہو گئے۔ یہاں بھی عرصہ تک کام کرتے رہے۔ زیادتی عمر کی وجہ سے کمزور پڑ گئے تھے حکومت برطانیہ نے انہیں شفاء الملک کا خطاب دیا تھا اور بجا دیا تھا۔

بعد ازاں چوبرجی میں رہائش اور مطب وغیرہ قائم کر لیا۔ اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی تشخیص و تجویز بہترین تھی۔ اور علامہ اقبال بھی ان سے علاج کراتے تھے اقبال پر انہوں نے کئی مقالات لکھے جن سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

بقیہ۔ خان عبدالغفار خان

کے لیے مرد عورت دونوں کو کام کرنا چاہیے مجھے پنجاب کے اخباروں سے شکایت ہے کہ انہوں نے تمام عمر ناجائز طریقہ سے ہماری مخالفت کی ہے۔

سوال: ملک میں موجودہ تبدیلی ہے آپ محسوس کرتے ہیں؟

جواب: ملک میں خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ ملک میں ہمارے ساتھ (نیشنل عوامی پارٹی کے اسیر رہنماؤں) وہی سلوک ہے۔ کونسل کے فیصلے کے مطابق ملک بھر میں سابقہ حکومت کے قائم کردہ ٹریبونل توڑے جاتے ہیں، مگر حیدرآباد ٹریبونل ابھی تک قائم ہے۔

آخر کیوں؟

بھٹو نے ہزاروں لوگوں کو قتل کیا۔ انہیں شدید اذیتیں پہنچائیں۔ مقدمہ اس پر چلانا چاہیے۔

اس مختصر ملاقات کے بعد میں نے خان صاحب موصوف سے رخصت چاہی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

بقیہ: شہر شہر سے

کہ پاکستان کی وحدت، سالمیت اور وطن دوستی کا بھی بطریق احسن سنبھالنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں تقریر کرتے ہوئے حاجی کرامت اللہ نے کہا کہ قید و بند کی صعوبتوں سے ہمارے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ سائٹ ایریا کے جنرل سیکرٹری حافظ محمد طاہر نے بھی اجلاس سے خطاب کیا۔ استقبالیہ میں حالیہ تحریک کے شہداء، زخمیوں اور ان کے اہل خانہ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ استقبالیہ سے وارڈ ۱۲ جمعیت کے صدر قاری عبدالرحیم، قاری غنائت اللہ سائٹ ایریا کے عباس خان، گاڑھی کھاتہ حلقہ کے جنرل سیکرٹری محمد فاروق نے بھی خطاب کیا۔

ضلع وہاڑی

آج مورخہ ۷۷/۱۲/۳۰ کو پاکستان قومی اتحاد ضلع وہاڑی کا انتخاب زیر صدارت پیر فرد الفقار علی چشتی ہوا مندرجہ ذیل افراد کا انتخاب کیا گیا۔

صدر ..... قاری طیب صاحب (جمعیۃ علماء اسلام)

نائب صدر ... چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ (پی۔ ڈی۔ پی)

نائب صدر دوم ... ڈاکٹر محمد حفیظ کھوکھر (پی۔ ایم۔ ایل)

جنرل سیکرٹری ... اقبال قریشی (جے۔ آئی)

سیکرٹری ... میاں محمد اسلم (این۔ ڈی۔ پی)

سیکرٹری نشر و اشاعت ... [illegible]

شہر شہر سے

ترتیب قیصر ہاشمی

بلوچستان کی مشہور شخصیت:

حاجی سیّد عبدالواحد آغا نے اپنے متعدد رفقاء سمیت جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کے دفتر میں ایک تقریب میں انہوں نے اپنی شمولیت کا اعلان کیا تقریب میں صوبائی امیر مولانا عبدالواحد صاحب نے جمعیۃ کے منشور پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد سید عبدالواحد آغا نے جمعیۃ میں شمولیت کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے یہ قدم نہایت سوچ سمجھ کر اٹھایا ہے۔ اس وقت پورے ملک میں جمعیۃ علماء اسلام ہی وہ واحد جماعت ہے جو کہ اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص ہے انہوں نے جمعیۃ کے مرکزی اور صوبائی قائدین پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

میانوالی

میانوالی ۔ پاکستان قومی اتحاد ضلع میانوالی کے صدر حضرت مولانا محمد رمضان صاحب جمعیۃ علماء اسلام ضلع میانوالی کے سیکرٹری اطلاعات حاجی عطا محمد اور جمعیت شہر میانوالی کے ناظم نشر و اشاعت ملک محمد یوسف نے ایک مشترکہ بیان میں عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ سیلاب زدگان کی ہر قسم کی امداد کریں اور فوجی نوجوانوں سے بھرپور تعاون کریں انہوں نے اپنے بیان میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق کے نافذ کردہ شرعی احکامات کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ انشاءاللہ تعالیٰ جنرل محمد ضیاء الحق اپنے وعدے کے مطابق اکتوبر میں عام انتخابات کرا کر عوام کے دلوں میں جگہ بنائیں گے انہوں نے چیف الیکشن کمشنر کے طور پر چیف جسٹس جناب مشتاق حسین کے تقرر کو بھی قابل تحسین اقدام قرار دیا۔ انہوں نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ انشاءاللہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہوگا۔

گجرات

گذشتہ دنوں جمعیت علماء اسلام ضلع گجرات کے ایک وفد نے ظہور پیلس میں چوہدری ظہور الٰہی صاحب سے ملاقات کی اور چوہدری صاحب کو ان کے کردار پر مبارکباد پیش کی چوہدری صاحب نے وفد سے ملک کی سیاسی صورت حال پر گفت و شنید کی اور یقین دہانی کرائی کہ آئندہ پاکستان قومی اتحاد پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اتحاد کا مظاہرہ کرے گا اور انشاءاللہ الیکشن میں فتح قومی اتحاد کی ہوگی وفد کی قیادت امیر جمعیت ضلع گجرات حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ صاحب نے کی وفد کے ارکان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا غلام محمد صاحب نائب امیر، مولانا عبدالرؤف شاہد، ناظم اعلیٰ چوہدری محمد خلیل، مولانا قاری خلیل احمد مولانا عبیداللہ مولانا قاری عبدالباقی، مولانا عبدالرزاق مولانا قاری محمد اختر، مولانا قاری غلام رسول، چوہدری محمد انور، قاری حبیب الرحمٰن۔ صوفی محمد فاروق حالف سردار محمد صاحب عبدالمالک، چوہدری محمد عظیم صوفی محمد رضوان سرحد آلوہ سٹور۔

شمولیت

آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس جنجوعہ اپنے ساتھیوں سمیت جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے راولاکوٹ میں جمعیت نے حالیہ دو روزہ کنونشن میں علماء کشمیر کے عملی سیاسیات میں حصہ لینے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ علماء کشمیر کا یہ فیصلہ وقت کا اہم تقاضا ہے انہوں نے رمضان المبارک کے بعد پنڈی میں آل جموں و کشمیر جہاد کانفرنس کا پرجوش خیر مقدم کیا اور کہا کہ تحریک آزادی میں اس سے روح آ جائے گی اور میرے ساتھی تحریک آزادی کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہوں نے جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر کے سربراہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ایم ایل اے پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ میں آٹھ اگست کو جمعیت کی ضلعی جہاد کانفرنس میں بھی شرکت کروں گا جو باغ کے مقام پر ہو رہی ہے جمعیت حلقہ گوجرانوالہ کے جنرل سیکرٹری قاری سعید الرحمٰن تنویر، سیکرٹری قاضی عبدالشکور مولانا عبدالقدوس، قاری مقبول حسین ارشد اور جمعیت طلباء آزاد جموں و کشمیر کے مرکزی خازن قاری حبیب الرحمٰن نے ایک مشترکہ بیان میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جنجوعہ کی جمعیۃ میں شمولیت کا پرجوش خیر مقدم۔

سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ

حیدرآباد ۔ جمعیۃ علماء اسلام حیدرآباد حلقہ وارڈ اے کے ناظم اعلیٰ قاری محمد عنایت اللہ قریشی نے کراچی میں سیلاب سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور متاثرین سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں کو یقین دلایا کہ جمعیۃ علماء اسلام کو اور خاص کر حضرت مفتی صاحب کو سخت صدمہ پہنچا ہے قاری صاحب نے لوگوں سے کہا کہ وہ آپس میں اتحاد و اتفاق رکھیں آپس میں بگاڑ نہ ہونے دیں قاری عنایت اللہ قریشی نے جمعیۃ علماء اسلام کراچی

سینٹر کے امیر الحاج مولانا محمد زکریا صاحب سے ملاقات کی قاری صاحب نے کہا کہ مولانا زکریا نے تحریک میں جو قربانیاں دی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ یاد رہے گی۔

تبدیلی دفتر

جمعیت علماء اسلام بلوچستان
کا صوبائی دفتر المدنیہ ہوٹل
سے قندھاری بازار میں منتقل ہو
گیا ہے۔
صوبائی دفتر جمعیت علماء اسلام
بلوچستان قندھاری بازار۔ کوئٹہ

طوفانی دورہ

گذشتہ دنوں مولانا محمد اسماعیل قاسمی صدر جمعیۃ علماء اسلام اوموح شریف کی قیادت میں ایک وفد روانہ ہوا وفد کے شرکاء جناب رشید احمد عباسی جناب محمد اکمل خان مستوئی و جناب عبدالکریم کلاچی نے سب تحصیل کا دورہ کیا سب سے پہلے وفد موضع جناب رسول پور پہنچا جہاں جناب سردار رئیس اعظم خان محمد عبدالقیوم خان خاکوانی سے ملاقات کی اور جمعیت کی پالیسی ان کے سامنے رکھی اور بعد میں جناب قاسمی صاحب نے ایک جلسہ عام سے خطاب کیا جس میں خان محمد عبدالقیوم خان نے اپنے شرکاء سمیت جمعیۃ میں شمولیت کا اعلان کیا اور جناب ملک عظیم بخش صاحب ارائیں، جناب رسول پور نے بھی رکنیت فارم پر کر کے جمعیت کے قائد مفتی محمود صاحب پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

بعد میں یہ وفد لونلاری۔ اور نیر پور ڈھا اور کوٹلہ شنخان روانہ ہوا۔ جہاں کارکنوں سے ملاقاتیں ہوئی اور جمعیۃ کے آئندہ لائحہ عمل پر توجہ دلانے کو کہا گیا کوٹلہ شنخاں میں ایک جلسہ عام سے بھی خطاب ہوا بعد میں یہ وفد موضع بن والہ روانہ ہوا جہاں مولانا قاسمی نے خطاب کیا اور جمعیۃ کا منشور ان کے سامنے رکھا بعد میں جناب جام اللہ وسایا صاحب، ملک تاج محمد صاحب جام الٰہی بخش صاحب نے اپنے ساتھیوں سمیت جمعیۃ میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد وفد گوٹھ چنی روانہ ہوا۔ وہاں جاکر رئیس اعظم جناب سید محمد محمود اکبر شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے جمعیۃ کا فارم پر کر کے مستقل طور پر جمعیت کی رکنیت اختیار کی مرکزی رہنماؤں پر اعتماد کیا اور بعد میں وفد واپس روانہ ہوا اور دفتر جمعیۃ پہنچ کر آخر میں مولانا قاسمی نے دعا کی اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل بنایا گیا۔ کہ بستی بستی قریہ قریہ جاکر جمعیۃ کا مشن بیان کیا جائے اور موضع وار میٹنگیں کی جائیں جس پر سب نے اتفاق کیا۔

علماء جھنگ کی
باعزت رہائی

۲۳/۷/۷۷ عدالت اسسٹنٹ کمشنر جھنگ صدر نے جھنگ کے مشہور عالم مولانا حق نواز صاحب اور مولانا رشید احمد مدنی کو مورخہ ۲۳ ایک مقدمہ دفعہ ۱۶ ایم پی او سے باعزت طور پر بری کر دیا۔ مذکورہ علماء کرام پر یہ مقدمہ شاہ فیصل مرحوم کی یاد میں منعقدہ جلسہ مسجد شیخ لاہوری جھنگ صدر میں دو سال قبل قائم کیا گیا تھا مولانا کی براءت سے اہالیان جھنگ میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ

جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی رہنماؤں مولانا محمد عمر لدھیانوی، مولانا محمد اختر صدیقی، احمد یعقوب چوہدری، حافظ عبدالحمید، صوفی محمد صدیق عتیق، مولانا عبدالکریم اور ملک گل محمد نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق کی نشری تقریر کا زبردست خیر مقدم کرتے ہوئے سچے مومن کو ووٹ دینے کی اپیل کو بیحد سراہا انہوں نے کہا کہ ووٹ ایک مقدس قومی امانت ہے اور صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لیے [اسمبلیو]ں میں نمائندگی کے لیے سچے مسلمان کو ہی [ووٹ د]ینا تو نمی فریضہ ہے کیونکہ سچے مومن ہی [صحی]ح اسلامی معاشرہ کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے قومی اتحاد کے مرکزی صدر اور جمعیت علماء اسلام کے عظیم قائد مولانا مفتی محمود پر مکمل اعتماد اور یقین کا اظہار کیا اس کے علاوہ جمعیت علماء اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کا عمومی اجلاس گذشتہ روز زیر صدارت مولانا محمد عمر لدھیانوی سرپرست جمعیت علماء اسلام ضلع لائل پور منعقد ہوا۔ جس میں جمعیت کے نئے انتخاب کرائے گئے متفقہ طور پر مندرجہ ذیل عہدیداران منتخب کئے گئے۔

۱۔ امیر..... حافظ عبدالحمید
۲۔ نائب امیر..... حاجی عبدالکریم
۳۔ ناظم اعلیٰ..... احمد یعقوب چوہدری
۴۔ ناظم..... صوفی محمد صدیق عتیق
۵۔ خازن..... ملک حاجی گل محمد

گگو منڈی

آج مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۷ء کو زیر صدارت جناب قاری خان محمد صاحب جمعیت علماء اسلام کی تنظیم نو گگو منڈی ضلع وہاڑی عمل میں لائی گئی! جس میں مندرجہ ذیل عہدیداران کا بالاتفاق چناؤ ہوا

امیر: جناب عبدالکریم صاحب
نائب امیر: مولانا قاری جان محمد صاحب
ناظم عمومی: چوہدری محمد حنیف صاحب آڑھتی گگو منڈی۔
ناظم۔ راجہ محمد نذیر احمد صاحب
خازن۔ چوہدری محمد اشرف سلیم صاحب

حیدرآباد

• حیدرآباد۔ امیر جمعیت علماء اسلام حیدرآباد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمتین صاحب نے کہا ہے کہ یہ وقت خاموشی اور عافیت کوشی کا نہیں جمعیت علماء اسلام اور قومی اتحاد کے کارکنوں کو بڑھ چڑھ کر اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیئے۔ مولانا عبدالمتین جمعیت علماء اسلام گاڑی کھاتہ کی جانب سے ایک استقبالیہ سے خطاب کر رہے تھے جس کا اہتمام محمد بخش اور جناب فاروق نے کیا تھا۔ مولانا عبدالمتین نے کہا

(بقیہ صفحہ ۲۲)

برصغیر کی آزادی میں علماء کرام کی قربانی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

(محمد فاروق قریشی)

مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۱۲ راگست کو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوگا

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم عمومی محمد فاروق قریشی نے کہا کہ برصغیر کی آزادی میں علماء کرام کی قربانیوں اور جدوجہد کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان قربانیوں کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

فاروق قریشی گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام کراچی کے سالانہ کنونشن سے خطاب فرما رہے تھے انہوں نے علماء کرام کی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ جب اکبر بادشاہ نے اپنا نام نہاد دینِ الٰہی قائم کر کے مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی کوشش کی تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کے خلاف حق کی آواز اٹھائی۔ اور اکبری دین اپنی موت آپ مر گیا۔

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشریات جناب غلام اللہ خان نے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس ملک میں تیس برس گذر جانے کے باوجود یہاں لارڈ میکالے کا نظام تعلیم رائج رکھنا طلباء کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما اور سندھ ہائی کورٹ کے سینئر رکن جناب مسعود رشیدی نے کہا:

"اسلام ریاست ہی کے تصور سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بغیر انسان اپنی منزل نہیں پا سکتا"

ان کے علاوہ سلیم قریشی ایڈووکیٹ، محمد رفیق، اسلم شیخ، مولانا غلام صمدانی، مولانا حسن آلِ مآب شاہ اور مولانا لعل محمد عباسی نے بھی۔ طلباء سے خطاب کیا۔

مرکزی شوریٰ کا اجلاس

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۱۲ راگست بروز جمعہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوگا۔ میاں محمد عارف مرکزی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان اس اجلاس کی صدارت فرمائیں گے۔ مجلس شوریٰ کے تمام اراکین کو دعوت نامے جاری کر دیئے ہیں۔ اگر دعوت نامہ وصول نہ ہوا ہو تو اس اطلاع ہی کو دعوت نامہ سمجھا جائے۔

کھلا دعوت نامہ

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ہونے والے تربیتی پروگرام ۱۲، ۱۳، ۱۴ راگست ۱۹۷۷ء کو مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوگا۔ تمام ضلعی ذمہ دار حضرات کو دعوت نامے ارسال کر دیئے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے دعوت نامہ وصول نہ ہوا ہو اس تحریر کو دعوت نامہ سمجھیں یاد رکھیے آپ کے ضلع سے اس پروگرام میں کم از کم پانچ باشعور ساتھیوں کی شرکت انتہائی ضروری ہے۔

اہم اعلان

پنجاب جمعیۃ کی صوبائی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۱۱ راگست بروز جمعرات مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوگا۔ جمعیۃ کی صوبائی شاخ کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان صدارت کریں گے۔

دریں اثنا جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے صدر ندیم اقبال اعوان نے تمام ضلعی صدر اور سیکرٹری حضرات کو ہدایت کی ہے کہ وہ جب:

۱۲، ۱۳، ۱۴ راگست و تربیتی پروگرام پر گوجرانوالہ تشریف لائیں تو اپنے ہمراہ اپنے علاقے میں حالیہ تحریک کے دوران جمعیۃ کی کارکردگی کی مکمل رپورٹ ہمراہ لائیں۔ تاکہ صوبائی صدر کارروائی کا جائزہ لے سکیں۔

جمعیۃ طلباء اسلام دریا خان ضلع میانوالی

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام دریا خان کا تنظیمی ڈھانچہ قائم کیا گیا۔ اور درج ذیل علاقوں میں کنوینر مقرر کیے گئے اور فیصلہ کیا گیا کہ ہر ہفتہ باقاعدہ اجتماع منعقد ہوگا۔ تمام طلبہ سے

رابطہ قائم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

محمد اکرم فاروق ۔ کنوینر جمعیۃ طلباء اسلام دریاخان
جاوید اقبال : ناظم نشرواشاعت " "
شفقت اللہ ساجد ناظم مالیات " "
محمد شکیل طارق۔ کنوینر محلہ کوثر مسجد " "
محمد مشتاق اظہر کنوینر گلزار مسجد " "
محمد اسلم : کنوینر فردوس مسجد " "
محمد یامین تنویر کنوینر سنٹر پرائمری سکول " "
یعقوب اکمل : کنوینر محلہ موتی مسجد " "

دریں اثنا جمعیۃ طلباء اسلام دریاخان کے کنوینر محمد اکرم فاروق، ناظم نشریات جاوید اقبال ناظم مالیات شفقت اللہ ساجد اور دیگر کارکنوں نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے پُرزور اپیل کی ہے کہ فی الفور ماہ رمضان کے احترام کا آرڈیننس جاری کیا جائے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو کڑی سزائیں دی جائیں۔

ضلع راولپنڈی

جمعیۃ طلباء اسلام ضلع راولپنڈی کے صدر جناب سیف اللہ عباسی نے جناب عبدالواحد (گورنمنٹ کالج کہوٹہ) کو تحصیل کہوٹہ کا کنوینر مقرر کیا ہے۔ جناب عبدالحلیم صاحب ان کے معاون ہوں گے۔ سیف اللہ عباسی نے کنوینر کہوٹہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ رمضان المبارک سے قبل کہوٹہ میں جمعیت کی شاخ قائم کرکے وہاں کا انتخاب کرائیں۔

جمعیت طلباء اسلام میں شمولیت

جمعیۃ طلباء اسلام کبیروالہ (ملتان) کا ایک اجلاس جمعیۃ کے صدر بشیر احمد کشمیری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس سے جمعیت کے صدر بشیر احمد کشمیری، محمد یونس کشمیری اور محمد افضل نے خطاب کیا۔

اجلاس کے آخر میں اسلامی جمعیۃ طلباء کے معروف طالب علم رہنما اور کبیروالا کالج یونین کے جنرل سیکرٹری سلیم اختر پرویز۔ انجمن طلباء اسلام تحصیل کبیروالا کے سینئر نائب صدر زاہد فرید، غضنفر عباس اور محمد اکرم نے جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ جمعیۃ طلباء اسلام کبیروالا شہر کے جنرل سیکرٹری انور کمال آثم، خدابخش اور جمعیۃ تحصیل کبیروالہ کے قائم مقام صدر راؤ حمید اللہ نے ان کی شمولیت کا زبردست خیر مقدم کیا ہے۔

ہارون آباد

جمعیۃ طلباء اسلام ہارون آباد کا ایک اجلاس زیر صدارت عبدالخالق نائب صدر جمعیۃ طلباء اسلام ہارون آباد منعقد ہوا جمعیت طلباء اسلام ہارون آباد کے سرپرست حاجی محمد یاسین نے اس اجلاس سے خطاب فرمایا۔ اس کے علاوہ محمد ارشد کیانی ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام ہارون آباد، ناظم نشریات شبیر احمد علوی، عبدالوہاب عاصی، محمد اشرف، منیر احمد مقبول احمد، عبدالسلام، غضنفر علی، عمر حیات ملک خلیل احمد اعوان صدر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع بہاولپور، اشفاق رسول، اور دیگر اراکین جمعیۃ نے ایک متفقہ قرار داد کے ذریعہ مرکزی تربیتی پروگرام کا خیر مقدم کیا ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ موجودہ حالات میں جمعیۃ کے زیر اہتمام تربیتی پروگرام کا اجراء انتہائی ضروری تھا۔ کیونکہ اس سے اراکین جمعیۃ کی ذہنی تربیت ہوگی۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ فعال طریقے سے جماعتی کام کرسکیں گے۔

جمعیت طلبا اسلام
مخدوم پور تحصیل کبیر والہ

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام مخدوم پور کا ایک اجلاس زیر صدارت محمد اقبال ہمدم ہوا۔ اجلاس میں تمام طلباء نے تقاریر کیں۔

آخر میں مخدوم پور جمعیۃ کے صدر محمد اقبال ہمدم نے جمعیۃ طلباء اسلام کے اغراض و مقاصد پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی اور اسلامی تحریک

طلباء حیدرآباد کے تمام طلباء کی اور کراچی کے مختلف کالجز کے ایک سو پچاس طلباء کی جمعیت طلباء اسلام میں شمولیت کا خیر مقدم کیا۔

جمعیۃ طلباء اسلام
برنس روڈ کراچی
کی امدادی سرگرمیاں

جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ برنس روڈ کے ساتھیوں نے پچھلے دنوں ایک امدادی کیمپ قائم کیا یہ کیمپ ان ہزاروں بے گھر افراد کے لیے لگایا گیا ہے جو حالیہ طوفانی بارشوں سے شدید متاثر ہوئے ہیں۔

جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ برنس روڈ کراچی کے طلباء کے اس پُرعزم حوصلہ کو دیکھ کر حلقہ نیو ٹاؤن کے طلباء نے بھی ایک امدادی کیمپ قائم کیا ہے جو شب و روز امدادی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔

جلہ جیم میلسی ضلع وہاڑی میں
جمعیۃ طلباء اسلام کا قیام

جلہ جیم میں جمعیۃ طلباء اسلام کا اجلاس قاری محمد رمضان کی سرپرستی میں ہوا۔ جس میں کافی تعداد میں طلباء نے شرکت کی۔ اجلاس کے مہمان خصوصی عبدالرؤف ربانی اور فضل الرحمن درخواستی تھے جماعت کا انتخاب عمل میں آیا متفقہ طور پر امتیاز محمود کو صدر محمد رفیق جنرل سیکرٹری اور حافظ محمد شریف کو خازن بنایا گیا۔

عبیداللہ احرار

دورۂ پنجاب

رحیم یار خان۔ جناب عبدالرؤف ربانی اور فضل الرحمن درخواستی نے رحیم یار خان، بہاولپور، ملتان، ساہیوال مظفر گڑھ ڈیرہ غازی خان کا دورہ کیا۔ جماعتی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ کارکنوں سے ملاقات کی اور کام کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے ہدایات دیں۔